44

ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
ہفت روزہ
17تا23ذی الحجہ 1432ھ/15تا21نومبر2011ء

اس شمارے میں

تبدیلی کی ہوا؟

توبہ کی پکار

بیرون عرب دعوتِ اسلام

امیر تنظیم اسلامی کا پیغام رفقائے تنظیم کے نام

الحمدللہ، الحمدللہ، الحمدللہ

رفیق تنظیم اور فکری رسوخ

تنظیم اسلامی: نظریات اور طریق کار

تحریکی کارکنوں کے لیے لائحہ عمل

اندازِ گفتگو اور بدگمانی کا زہر

اللہ کی چال

تصورامانت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خوفِ آخرت کا یہ عالم تھا:

”دریائے فرات کے کنارے ایک بکری کا بچہ بھی اگر ضائع ہو جائے تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ اللہ مجھ سے باز پرس کرے گا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بارِ امانت کی ذمہ داری کا احساس شدت سے طاری ہوتا تو زمین سے مٹی اُٹھا لیتے اور اسے مٹھی میں بھینچ دیتے۔ یہی حال حضرت ابوبکر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک مرتبہ ساری رات مُصلّے پر بیٹھے روتے رہے۔ صبح کو بیوی نے اس غیر معمولی رنج و غم کا سبب دریافت کیا تو فرمایا:

”میں نے اپنے آپ کو اس پوری امت کے سیاہ و سفید کا ذمہ دار پایا۔ مجھے زمین کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے غریب الوطن، خستہ حال بھکاری، محتاج، غرباء، مجبور و مظلوم قیدی اور اسی قبیل کے دوسرے لوگ یاد آئے۔ مجھے یہ احساس ہوا کہ اللہ ان سب کے بارے میں مجھ سے محاسبہ کرے گا، اور محمد ﷺ ان کے معاملہ میں میرے خلاف مقدمہ لڑیں گے۔ میں ڈرا کہ خدا کے آگے میرا کوئی زور نہ چلے گا اور محمد ﷺ کو میں کسی بھی دلیل سے مطمئن نہ کر سکوں گا۔ اس پر میری جان لرز اُٹھی اور مجھے اپنے بارے میں بڑا ڈر لگنے لگا۔“

ایک مسلمان کے لیے یوں تو جان و مال اور اس کے زیر تصرف ہر چیز خدا کی امانت ہے۔ لیکن خلافت اور امارت کے لیے تو بالخصوص لفظ ”امانت“ ایک سیاسی اصطلاح کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

بنیادی حقوق
صلاح الدین

الہدیٰ (487)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سورۃ یونس

(آیات: 90 تا 94)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ
لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝ وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ
الطَّیِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰی جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝ فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ
مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۝

''اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا تو فرعون اور اس کے لشکر نے سرکشی اور تعدی سے ان کا تعاقب کیا۔ یہاں تک کہ جب اس کو غرق (کے عذاب) نے آ پکڑا تو کہنے لگا میں ایمان لایا کہ جس (اللہ پر) بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں۔ (جواب ملا کہ) اب (ایمان لاتا ہے) حالانکہ تو پہلے نافرمانی کرتا رہا اور مفسد بنا رہا؟ تو آج ہم تیرے بدن کو (دریا سے) نکال لیں گے تاکہ تو پچھلوں کے لیے عبرت ہو اور بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کی عمدہ جگہ دی اور کھانے کو پاکیزہ چیزیں عطا کیں۔ لیکن وہ باوجود علم ہونے کے اختلاف کرتے رہے۔ بے شک جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں تمہارا پروردگار قیامت کے دن ان باتوں کا فیصلہ کر دے گا۔ اگر تم کو اس (کتاب کے) بارے میں جو ہم نے تم پر نازل کی ہے کچھ شک ہو تو جو لوگ تم سے پہلے کی (اُتری ہوئی) کتابیں پڑھتے ہیں ان سے پوچھ لو۔ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس حق آ چکا ہے تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔''

اب آگے بنی اسرائیل کی نجات اور فرعون اور اُس کے لشکر کی غرقابی کا ذکر آ رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کئی لاکھ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلے، تاکہ انہیں فرعون کے پنجہ استبداد سے نجات دلائیں۔ فرعون کو خبر ہوئی تو اُس نے ایک لشکر جرار کے ساتھ اُن کا پیچھا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پاس اتار دیا وہ معجزاتی طور پر خلیج سویز پار کر کے جزیرۂ نما سینا میں داخل ہو گئے۔ جبکہ فرعون اور اس کے لشکروں کو جو شرارت اور زیادتی کے ساتھ اُن کا پیچھا کر رہے تھے، اللہ نے غرق کر دیا۔ فرعون خدائی کا دعویدار تھا، لیکن جب پانی میں غرق ہونے لگا تو کہنے لگا، میں ایمان لایا اس پر جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں اس کے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

اس پر اللہ نے واضح فرمایا کہ تیرا اب ایمان لانا تجھے نفع نہیں دے سکتا۔ فرمایا، کیا اب ایمان لاتا ہے حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمانی کرتا تھا اور نہایت فساد کرنے والوں میں سے تھا۔ آج ہم تمہارے بدن کو نجات دے دیں گے، یہ گلے سڑے گا نہیں، بلکہ محفوظ رہے گا، تاکہ تو بعد والوں کے لیے ایک نشانی بنا رہے۔ فرعون کی نعش آج تک مصر میں محفوظ ہے۔ صرف ناک پر کسی مچھلی نے کاٹ لیا تھا، باقی پوری نعش محفوظ ہے۔ اور یقیناً بہت سے لوگ ہماری آیات سے غفلت برتتے رہتے ہیں، اِن پر توجہ نہیں دیتے۔

فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو بہت ہی عمدہ جگہ فراہم کر دی اور انہیں بہت ہی اچھی اور پاکیزہ چیزوں کی روزی دی۔ پس انہوں نے اختلاف نہیں کیا، بعد اِس کے کہ اُن کے پاس علم آ گیا۔ یقیناً آپ کا رب ان کے مابین قیامت کے دن فیصلہ کرے گا، جن چیزوں میں وہ اختلاف کرتے رہے تھے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

دنیا میں گناہوں کی سزا

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الْخَیْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِی الدُّنْیَا، وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ اَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهٖ حَتّٰی یُوَافِیَ بِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ)) (رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے لئے بھلائی کا ارادہ فرما لیتے ہیں تو دنیا میں اُسے (اس کے گناہوں کی) سزا دے دیتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کسی شخص کے لئے برائی کا ارادہ فرما لیتے ہیں تو اس کے گناہوں کی سزا کو قیامت تک کے لئے روک لیتے ہیں۔''

تشریح: بندۂ مومن کو جب ایمان کی لذت نصیب ہو جاتی ہے تو وہ اس زندگی کی تمام آفات و آزمائشوں کو بڑی پامردی سے جھیلتا ہے، کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ جب آزمائشیں میرے مالک کے اذن ہی سے وارد ہوتی ہیں اور اس میں میری بھلائی ہے تو مجھے ان کو مالک کی رضا سمجھ کر برداشت کرنا چاہیے۔

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

17 تا 23 ذی الحجہ 1432ھ — جلد 20
15 تا 21 نومبر 2011ء — شمارہ 44

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------ (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
حافظ عاکف سعید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبدیلی کی ہوا؟

گزشتہ دنوں تحریک انصاف کے تحت شہر لاہور کے قلب مینار پاکستان کے وسیع و عریض میدان میں ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا جس نے ملک کی سیاسی فضا میں ایک ہلچل سی مچا دی۔ جلسے میں حاضرین اور "حاضرات" کی غیر معمولی تعداد، اُن کا جوش وخروش اور جذبۂ شوق دیدنی تھا۔ چنانچہ میڈیا میں اس کی کوریج بھی بھرپور طور پر ہوئی اور اس کے حوالے سے ملکی اور غیر ملکی سطح پر تبصرے اور تجزیے بھی بکثرت ہوئے۔ اس جلسے کے نتیجے میں عمران خان پاکستان کی سیاسی فضا میں ایک حقیقی سیاسی لیڈر کے طور پر ابھر کر سامنے آئے اور دیگر پرانی سیاسی پارٹیوں کے مقابلے میں ایک نسبتاً نوزائیدہ سیاسی جماعت "تحریک انصاف" ایک عوامی پارٹی کے روپ میں متعارف ہوئی۔

عمران خان کو پاکستان کے سیاسی اکھاڑے میں قدم رکھے کم وبیش پندرہ برس ہو چکے ہیں۔ قبل ازیں وہ کھیل کے میدان میں ملکی سطح پر ایک ہیرو کے طور پر جانے جاتے تھے۔ ان کے پرستاروں کی تعداد بھی لاکھوں نہیں کروڑوں میں تھی۔ پھر شوکت خانم ہسپتال کے حوالے سے اُن کے جذبہ خدمت خلق اور ان کی انتظامی صلاحیتوں کی بھی ایک دنیا معترف تھی۔ تاہم سیاست کے میدان میں ان کی حیثیت تاحال ایک طفل مکتب کی تھی۔ وہ اپنے قلندرانہ اور کسی قدر تحکمانہ اور بے لچک مزاج کی وجہ سے ملکی انتخابی سیاست کے مخصوص آداب اور راہ و رسم سے ہم آہنگ نہ ہو پائے تھے، جہاں اعلیٰ اخلاقی اصولوں کی بجائے مفاد پرستی اور مصلحت کوشی کا راج ہے اور بے اصولی ہی اولین اصول کا درجہ رکھتی ہے۔ چنانچہ اس کے باوجود کہ انہوں نے "انصاف" کا نعرہ بلند کر کے عوام کو اپنی جانب متوجہ کرنے کی ایک مثبت کوشش کی تھی، ملکی سیاسی میدان میں اُن کی حیثیت "یوسف بے کارواں" کی سی رہی۔ لیکن اب حالیہ جلسے کے بعد بلاشبہ وہ ایک بڑے عوامی لیڈر کے طور پر خود کو منوانے میں کامیاب ہوئے ہیں اور تحریک انصاف ایک ایسی عوامی سیاسی پارٹی کی حیثیت سے سامنے آئی ہے جسے نظر انداز کر دینا اب ممکن نہ ہوگا۔ بلکہ اب وہ ملکی سطح کی دو بڑی سیاسی پارٹیوں کے ساتھ ایک تھرڈ آپشن کے طور پر شمار کی جانے لگی ہے۔

ایسا کیوں ہوا؟ — کیسے ہوا؟ ایک رائے یہ ہے کہ عمران خان بھی اب ملکی سیاست کے مخصوص رنگ میں رنگے گئے ہیں اور سیاست کے وہ داؤ پیچ اور مخصوص ہتھکنڈے جو بے اصولی اور بے ضمیری سے عبارت ہیں، عمران نے بھی سیکھ لیے ہیں اور اپنی سابق اصول پسندی سے تائب ہو گئے ہیں کہ یہ اصول پسندی ہی اس راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔ چنانچہ اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بعض تجزیہ نگار یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ کچھ ملکی وغیر ملکی نادیدہ قوتیں جو آج تک پاکستانی سیاست کو خفیہ طور پر کنٹرول کرتی رہی ہیں، اب عمران خان کی پشت پر ہیں، وغیرہ۔ ہم اس بارے میں کوئی حتمی رائے نہیں دے سکتے۔ تاہم ہمارے نزدیک عمران خان کی طرف عوام کے میلان کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ لوگ تبدیلی چاہتے ہیں۔ ملکی سیاست کے میدان میں برسرِپیکار دو بڑی سیاسی جماعتوں، پی پی پی اور مسلم لیگ (ن) دونوں سے عوام مایوس اور بیزار نظر آتے ہیں۔ یہ دونوں پارٹیاں اور بالخصوص ان میں وہ پارٹی جو "عوامی پارٹی" ہونے کی دعوے دار ہے، عوام کے مفادات کی حفاظت میں بھی اسی طرح ناکام ہوئی جیسے وہ ملکی و ملی مفادات کے تحفظ میں ناکام ثابت ہوئی ہے۔ چنانچہ عوام کی ایک بڑی تعداد اور ملک کے باشعور طبقات کا بھی ایک بڑا حصہ اب تبدیلی چاہتا ہے اور تھرڈ آپشن یعنی تحریک انصاف

سے آس لگائے بیٹھا ہے!

ہم اپنے قارئین کو یاد دلانا چاہیں گے کہ ’’تبدیلی کی خواہش‘‘ کی قومی نفسیات سے آج تک ہمارے دشمن فائدہ اُٹھاتے آئے ہیں۔ ہم بحیثیت قوم خود کو بدلنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ جب ہماری شامت اعمال کے نتیجے میں نااہل اور بے انصاف حکمران اُس عظیم نادیدہ قوت کی طرف سے ہم پر مسلط کردیے جاتے ہیں جو کُل کائنات کی خالق و مالک ہے، تو بجائے اس کے کہ ہم اپنے معاملات کو درست کریں، اللہ اور اس کے دین کے ساتھ عمومی بے وفائی کی روش کو ترک کریں، ہم حکمرانوں کی تبدیلی کے خواب دیکھنے لگتے ہیں۔ پھر اپنے ہی منتخب کردہ حکمرانوں کو بددعائیں دیتے ہیں اور جب کوئی آمر فوجی قوت کے بل پر جمہوری نظام کو تہہ و بالا کردیتا ہے تو مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں۔ پھر اُس فوجی آمر کا حقیقی روپ سامنے آتا ہے تو ہماری سوچ یہ ہوتی ہے کہ یہ کسی طرح ہٹ جائے تو سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔ وہ خدا خدا کر کے ہٹایا جاتا ہے تو پھر کسی ’’زردار‘‘ کو ہم اپنے سر پر بٹھا کر چند دن کے لیے سکھ کا سانس لیتے ہیں۔ یہی تاریخ بار بار دہرائی جاتی ہے۔ ’’خر آمد و گاؤ رفت‘‘ اور ’’گاؤ آمد و خر رفت‘‘ کا یہ کھیل گزشتہ نصف صدی سے جاری ہے، جس کی سرپرستی کچھ خفیہ عالمی طاقتیں کرتی ہیں جو درحقیقت اسلام اور پاکستان کے خلاف ایجنڈا رکھتی ہیں۔ نیا چہرہ جب بھی سامنے آتا ہے، وہ جزوی اصلاحات کی کوشش کرتا ہے لیکن یہ ہنی مون پیریڈ بہت مختصر ہوتا ہے۔ چنانچہ جلد ہی یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ حالات میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں ہے بلکہ صورتحال بدتر ہے۔

جان لیجیے، یہ ملک اسلام کے نام پر وجود میں آیا۔ اس ملک میں حقیقی اور دیرپا تبدیلی تبھی آسکتی ہے اور ملک کو حقیقی استحکام تبھی نصیب ہوگا جب حقیقی معنوں میں اللہ کا دین یہاں قائم و سربلند ہوگا اور ملک گیر سطح پر شریعت محمدیؐ کا نفاذ ہوگا۔ اور یہ کام انہی لوگوں کے ذریعے سے ہوگا جو اللہ، اس کے رسولؐ اور دین اسلام کے سچے وفادار ہوں گے۔ بصورت دیگر تبدیلی کے خوابوں ہی پر گزارا کرنا ہوگا۔ چہرہ تبدیل ہوسکتا ہے، حقیقی تبدیلی نہیں آسکتی!!

بیابہ مجلس اسرار

شہرِ زندگی کا شاہ درہ

کیا واقعی زندگی بس اِسی مختصر سے وقفے کا نام ہے؟ ہمارے حواسِ خمسہ یقیناً ولادت کے ماقبل اور موت کے مابعد کے بارے میں بالکل لاچار و بے بس ہیں لیکن کیا عقل انسانی اسے باور کرتی ہے؟ اور وجدان اسے قبول کرتا ہے؟؟ ذرا آنکھیں بند کر کے اِس وسیع و عریض کائنات کی عظمت و وسعت کا تصور کرو! پھر سوچو کہ اِس کائنات کا مرکزی وجود انسان ہے۔ سلسلۂ تخلیق کا کمال! ارتقائے حیات کی آخری منزل!

تو کیا اس کی حقیقت بس یہی کچھ ہے کہ بچپن کے ”لَعِبٌ وَّلَهْوٌ“ اور بڑھاپے کے ”لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا“ (الحج:5) کے مابین ایک تھوڑے سے وقفے کے ہوش و شعور کا نام حیاتِ انسانی ہے۔ گویا ع ’’اک ذرا ہوش میں آنے کے خطاوار ہیں ہم!‘‘

جو کوئی ’’حیاتِ انسانی‘‘ کے اس تصور پر مطمئن ہوسکتا ہو، وہ ہو۔ آخر سطحِ ارض پر انسان ہی تو نہیں بستے۔ لاتعداد حیوانات، چرند پرند بھی یہیں بس رہے ہیں، تو کون سے تعجب کی بات ہے کہ خود انسانوں میں ایک گروہِ کثیر انسان نما حیوانوں ہی کا ہو!

’’وہ دل رکھتے ہیں لیکن غور نہیں کرتے، آنکھیں رکھتے ہیں، پر دیکھتے نہیں، کان رکھتے ہیں، پر سنتے نہیں۔ وہ حیوانوں کی مانند ہیں بلکہ اُن سے بھی گئے گزرے۔‘‘ (سورۃ الاعراف:179)

اپنی حقیقت سے بے خبر اور اپنی عظمت سے غافل یہ انسان نما حیوان درحقیقت ’’اِک ذرا ہوش میں آنے کے‘‘ بھی بس مغالطے ہی میں مبتلا ہیں۔ وحی الٰہی تو انہیں زندہ ہی تسلیم نہیں کرتی۔

’’کیونکہ تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ ہی بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہو۔‘‘ (سورۃ الروم:52)

جن کا حال یہ ہو کہ ع ’’روح سے تھا زندگی میں بھی تہی جن کا جسد‘‘ وہ کب ’حیاتِ انسانی‘ کے لطیف حقائق کا ادراک کرسکتے ہیں! قفس حواس کے اِن زندانیوں کو کون باور کرا سکتا ہے کہ

ایسے کچھ تار بھی ہیں سازِ حقیقت میں نہاں
چھو سکے گا نہ جنہیں زخمۂ مضرابِ حواس

ہاں! جن کا ذہن اس ’’چار دِن‘‘ کی ’’عمرِ دراز‘‘ پر مطمئن نہ ہوتا ہو، جن کے جسدِ خاکی میں حیاتِ حقیقی کروٹیں لے رہی ہو اور جنہیں خود اپنے اندر ہی کی کوئی چیز اپنی عظمت کی جانب اشارے کرتی محسوس ہو اُن کے ’’ضمیر‘‘ پر جب ’’نزولِ کتاب‘‘ ہوتا ہے تو حقیقتِ حیات کی ’’گرہ‘‘ کھُلتی ہے اور وحیٔ الٰہی کی بدلی سے حقائق کی بارش ہوتی ہے تو اُن کی عقل و وجدان کی پیاسی زمین کو ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے اُسے بعینہٖ وہی چیز مل گئی جس کی اُسے پیاس تھی۔ اور تب وہ حیاتِ انسانی جو حواسِ خمسہ کی ’’بندگی‘‘ میں گھٹ کر جوئے کم آب نظر آتی تھی ذہنِ انسانی کے اُن کے چنگل سے ’’آزاد‘‘ ہوتے ہی ایک ’’بحرِ بیکراں‘‘ کی صورت اختیار کرلیتی ہے اور یہ ’حیات دنیوی‘ جو لاعلمی اور بے خبری میں ’’اصل حیات‘‘ قرار پا گئی تھی، سکڑ اور سمٹ کر اصل کتابِ حیات کے محض ایک دیباچے اور مقدمے کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔

اللہ! اللہ! کیا انقلاب ہے، کہاں یہ ذہن کی تنگی کہ زندگی بس یہی زندگی ہے اور کہاں یہ وسعتِ نظر کہ حیاتِ انسانی ابدی اور سرمدی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں! کُجا یہ مایوس کن تصور کہ موت سلسلۂ حیات کا اختتام ہے اور کجا اِس حقیقت کا ادراک کہ موت تو اصل ’’شہرِ زندگی‘‘ کا ’شاہ درہ‘ ہے۔

توبہ کی پکار

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں
امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 21 اکتوبر 2011ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ التوبہ کی آیات کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! میرے آج کے خطاب جمعہ کا موضوع 'توبہ کی پکار' ہے۔ یہ پکار ہم تنظیم اسلامی کی پلیٹ فارم سے بھی لگا رہے ہیں۔ توبہ یوں تو انسان کی ہر وقت کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ دن میں ستر ستر اور سو سو مرتبہ استغفار فرمایا کرتے تھے، حالانکہ آپؐ کی بزرگ و برتر ہستی ہر قسم کی خطا سے پاک تھی۔ یوں آپؐ نے اپنے عمل سے اُمت کو بتادیا کہ اللہ کے حضور کثرت سے استغفار کیا جائے۔ جب ایک مسلمان قوم پر سخت حالات آئیں، مختلف قسم کے عذابات نظر آنے لگیں تو اُس وقت توبہ کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے، اور قوم کے لیے ناگزیر ہوتا ہے کہ اپنی بداعمالیوں، دین سے بے وفائیوں اور غداریوں پر تائب ہو۔ اللہ تعالیٰ لوگوں پر چھوٹے چھوٹے عذاب بھیجتا ہی اِس لیے ہے کہ وہ اُس کی طرف رجوع کریں، غلط راستے سے واپس پلٹ آئیں۔

توبہ کی ضرورت بنیادی طور پر آخرت کے خوفناک خسارے سے بچنے کے لیے ہے، اِس لیے کہ ہمارا سب سے بڑا مسئلہ نارِ جہنم سے رہائی ہے۔ دنیا تو عارضی جائے امتحان ہے۔ یہ وقت تو جیسے بھی ہو، گزر جائے گا۔ اصل مسئلہ نجات اُخروی ہے۔ تو گناہوں سے توبہ بنیادی طور پر اس لیے ہے کہ ہماری آخرت سنور جائے، لیکن دنیا میں بھی مسلمان قوم کے حالات اُسی وقت درست ہوتے ہیں، جب وہ اپنی خطاؤں، گناہوں اور لغزشوں پر اللہ کی جانب گڑگڑا کر رجوع کرے۔ چنانچہ سورۃ التحریم میں اللہ کی طرف سے توبہ کی پکار لگائی گئی ہے۔ فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ﴾ (آیت:8)

''اے ایمان والو! اللہ کے آگے صاف دل سے توبہ کرو۔''

اہل ایمان سے کہا جا رہا ہے کہ اللہ کی جناب میں توبہ کرو، اور توبہ ایسی ہو جو ہر قسم کے کھوٹ سے پاک ہو، گناہوں پر نادم ہو کر صمیم قلب سے مغفرت مانگو۔ شیطان کے ٹیڑھے راستے سے ہٹ کر اللہ کے سیدھے راستے کو اختیار کرو۔

توبہ کا مضمون قرآن حکیم میں کئی جگہ آیا ہے۔ اس لیے کہ یہ پیغمبروں کی دعوت کا مرکزی نقطہ تھا۔ پوری نوع انسانی نے اللہ تعالیٰ سے بندگی کا عہد کر رکھا ہے۔ یہ عہد ہم نے عالم ارواح میں کیا۔ لیکن یہاں آ کر ہم یہ عہد بندگی بھلا بیٹھے۔ چنانچہ انبیاء و رسل یہ عہد بندگی یاد دلاتے اور لوگوں کو توبہ کی دعوت دیتے ہیں۔ سورۂ ہود کھول کر دیکھ لیجیے، حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کو اِس عہد کی جانب متوجہ کیا کہ سرکشی چھوڑ کر اللہ کی بندگی کرو، اُس کے تقاضوں کو پورا کرو اپنے گناہوں پر مغفرت مانگو۔

﴿يٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ﴾

''اے قوم! اپنے پروردگار سے بخشش مانگو، پھر اس کے آگے توبہ کرو۔''

اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ:

﴿يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ﴾

''وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار مینہ برسائے گا اور تمہاری طاقت پر طاقت بڑھائے گا۔''

اس وقت ہمیں اِس آیت پر خاص طور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہم مسلمانانِ پاکستان کو داخلی اور خارجی دونوں سطحوں پر خوفناک حالات کا سامنا ہے۔ داخلی طور پر انتشار و افتراق ہے۔ بے روزگاری اور کمر توڑ مہنگائی کی وجہ سے معاشی بدحالی آخری حدوں کو چھو رہی ہے۔ ہر ماہ پٹرولیم مصنوعات اور بجلی کی قیمتوں میں اضافہ کر کے عوام پر ایک نیا بم گرا دیا جاتا ہے۔ لوڈشیڈنگ سے قوم کا بُرا حال ہے۔ ''ڈیلی ویجز'' حکومت کو صرف آج کی فکر ہے، آنے والے کل سے وہ بالکل بے پروا ہے۔ کسی قسم کی کوئی پلاننگ نہیں ہو رہی ہے۔ بھاشا ڈیم کا افتتاح کیا گیا ہے، لیکن اگر یہ وقت مقررہ پر بن گیا بھی تو اِسے آٹھ نو سال لگیں گے۔ اِس عرصے میں قوم کا کیا ہوگا۔ یونہی اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارتی رہے گی۔ پانی کا بھی بحران ہے اور آنے والے دنوں میں یہ اور بڑھے گا۔ انڈیا ہمارے دریاؤں پر جس طور سے ڈیم بنا کر پانی کو کنٹرول کر رہا ہے، مستقبل میں یہ صورتحال ایٹمی حملے سے بھی خطرناک ہوگی۔ یہ ناگفتہ بہ حالات اِس بات کا مظہر ہیں کہ غربت و افلاس، بدامنی و

انتشار اور بجلی، پانی جیسے بحرانوں نے عملاً ہمارا تورا بورا بنا دیا ہے۔

خارجی سطح پر صورتحال یہ ہے کہ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہم نے جس امریکہ کا ساتھ دے کر دینی تعلیمات اور اخلاقی اصولوں کو پامال کیا اور ہر قسم ہر ناجائز قربانی دی، آج اُس نے ہمارے حوالے سے سخت ترین رویہ اپنا رکھا ہے۔ پچھلے دنوں امریکہ کے وزیرِ خارجہ، آرمی چیف، سی آئی اے چیف پر مشتمل بھاری بھرکم وفد یہاں آیا اور اُس نے ہم پر حقانی نیٹ ورک کے حوالے سے دباؤ اور بڑھا دیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ امریکہ ہمارا براہِ راست طالبان مجاہدین سے ٹکراؤ چاہتا ہے۔ وہ طالبان کہ جن سے ٹکرا کر وہ خود شکست کے زخم چاٹ رہا ہے۔ افغانستان میں اُسے شکست اور ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں ملا، ہمیں کیا ملے گا۔ ہمیں دھمکیاں دی جا رہی ہیں کہ حقانی نیٹ ورک کے خلاف کارروائی کرو ورنہ ہم تمہارے خلاف کارروائی کریں گے۔ بہر حال یہ ہے داخلی اور خارجی صورتحال۔ اور یہ صورتحال ہمیں جگانے کے لیے ہے۔ بنا بریں ہم ایک عرصے سے توبہ کی منادی کر رہے ہیں۔ خوش آئند بات یہ ہے کہ اب بعض دیگر حلقوں کی طرف سے بھی توبہ کی بات کہی جا رہی ہے۔ لوگوں کو اب کسی قدر یہ احساس ہونے لگا ہے کہ یہ جو ہم پر پے در پے مصائب آ رہے ہیں، یہ اللہ کی طرف سے چھوٹے چھوٹے عذاب ہیں جو ہمیں جگانے اور اصلاحِ احوال کی جانب مائل کرنے کے لیے ہیں۔

یاد رکھیے، جب تک ہم توبہ نہیں کریں گے تب تک داخلی مصائب سے چھٹکارا پائیں گے اور نہ ملک میں خوشحالی آئے گی اور نہ ہی خارجی سطح پر امریکہ کا مقابلہ کرسکیں گے۔ امریکہ ایک بڑی قوت ہے۔ اس کے مقابلے کے لیے ہمیں کائنات کی سب سے بڑی قوت کی نصرت درکار ہے۔ یہ نصرت تب حاصل ہوگی جب ہم اللہ کو راضی کریں گے۔

ہمیں اِس حقیقت کو دل و دماغ میں بٹھا لینا چاہیے کہ ہمارے موجودہ خراب حالات اور زبوں حالی کا اصلی اور بنیادی سبب دینِ اسلام سے انحراف ہے۔ ہم انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں اسلام سے روگردانی کیے بیٹھے ہیں۔ نہ تو افراد اپنی ذاتی زندگیوں میں اسلام پر عمل پیرا ہیں اور نہ ریاستی سطح پر اسلام کی عملداری ہے۔ ہر دو میدانوں میں شریعت کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں۔ نجی اور سماجی زندگی میں دینی اقدار اور تعلیمات کو اختیار کرنے کی بجائے ہم نے ہندوانہ رسومات اور مغربی تہذیب کو گلے لگا رکھا ہے۔ شادی بیاہ ہی کے معاملے کو دیکھ لیں۔ نکاح ایک تمدنی ضرورت، سنت نبوی ہے، اسلام نے اسے بے حد آسان بنایا، مگر ہم نے اِسے نہایت مشکل بنا دیا ہے۔ سنت نبویؐ کے مطابق تقریب نکاح کو سادہ انداز سے مسجد میں انجام دینے کی بجائے، اِسے ہندوانہ رسومات سے بھرپور تقریبات کا مجموعہ بنا دیا ہے۔ بحیثیت مجموعی پوری قوم نے سودی نظام کو اپنا کر اللہ اور اُس کے رسولؐ کے خلاف اعلانِ جنگ کر رکھا ہے۔

اجتماعی سطح پر دین سے بے وفائی کا یہ عالم ہے کہ وہ ملک جو ہم نے اسلام کے نام پر اور شریعت کے نفاذ و قیام کے لیے حاصل کیا تھا، 64 سال گزرنے کے باوجود اسلام کے نظامِ عدل سے محروم چلا آتا ہے۔ بلکہ بعض اعتبارات سے یہاں اتنا اسلام بھی نہیں جتنا ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے ہے۔ مثلاً ہندوستان کے مسلمانوں نے ہندو اکثریت کے رحم و کرم پر ہونے کے باوجود قربانیاں دے کر اپنے عائلی قوانین کا تحفظ کیا ہے، مگر یہاں 1962ء سے وہ عائلی قوانین چلے آتے ہیں جو شریعت سے سراسر متصادم ہیں۔ پھر یہ کہ گزشتہ پرویزی دور میں اِس ملک کی پارلیمنٹ نے تحفظِ حقوقِ نسواں کے نام سے وہ بل پاس کیا، جسے تمام مسالک اور مکاتبِ فکر کے علماء کرام نے بالاتفاق اسلام کے یکسر منافی قرار دیا تھا۔ اس مملکتِ خداداد کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے، مگر اِس کی ''اسلامی'' ہونے کی حقیقت انسدادِ دہشت گردی کی عدالت کے حالیہ فیصلے نے بے نقاب کر دی ہے۔ عدالت کے جج پرویز علی شاہ نے ممتاز قادری قتل کیس کے فیصلے میں ممتاز قادری سے کہا کہ ''آپ کا (گورنر سلمان تاثیر کے قتل کا) فعل اسلام کی رو سے صحیح ہے، مگر ملکی قانون کی رو سے میں تمہیں دو مرتبہ سزائے موت دیتا ہوں۔'' اگر دقتِ نظر سے دیکھا جائے تو اسلام کے تعلق سے ہمارا یہ انفرادی اور اجتماعی رویہ دین و شریعت سے کھلا انحراف اور بغاوت کے مترادف ہے۔

پھر ہمارا جرم یہی نہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کے مطابق ملک میں اسلام نافذ نہیں کیا، بلکہ دوسرا گھناؤنا جرم یہ بھی ہے کہ ہمارے پڑوس میں طالبان نے اسلامی حکومت قائم کی تو اس کو سپورٹ کرنے کے بجائے ہم نے اُس کے خاتمے میں امریکہ کا ساتھ دیا۔ یہ بھی بہت بڑا جرم تھا۔ جب ہماری جانب سے اِس نوع کے سنگین جرائم کا ارتکاب ہو، دین سے غداری ہو تو پھر ہم پر عذاب کیوں نہ آئیں گے۔ دنیا میں ہم تورا بورا کیوں نہ بنیں گے۔ بہر کیف ہمارے لیے نجات کا واحد راستہ توبہ ہے۔ ضرورت اِس بات کی ہے کہ ہمیں اِن جرائم کا احساس ہو، اور اِن پر نادم ہو کر اللہ کی جناب میں توبہ کریں، اُس کی طرف پلٹیں، لیکن یہ پلٹنا دکھاوے کا نہ ہو، دل سے ہو۔ توبہ کھوٹ والی نہ ہو کہ زبان سے توبہ کر لی جائے، مگر عمل وہی رہے بلکہ اُس کی اصلاح ہو۔ یہ حکم توبہ سورۃ التحریم میں آیا ہے۔ اِس سورت سے پہلے سورۃ الطلاق ہے۔ یہ دونوں جڑواں سورتیں ہیں کہ دونوں میں ایک ہی مضمون کے دو رخ بیان ہوئے ہیں، اور دونوں میں خطاب مسلمانوں سے ہے۔ ایک سورت میں عائلی زندگی کی ایک انتہا کے حوالے سے رہنمائی دی گئی ہے، دوسری میں دوسری انتہا کے حوالے سے۔ عائلی زندگی کی ایک انتہا یہ ہے کہ بیوی بچوں سے پیار و محبت، جو فی ذاتہ مطلوب ہے اس حد تک پہنچ جائے کہ بیوی کی ناجائز فرمائشیں بھی پوری کی جانے لگیں، اللہ کی معین کردہ حدود بھی پامال ہونے لگیں، تو شریعت کی رو سے یہ سخت بگاڑ اور خرابی کا معاملہ ہے۔ اس کی اصلاح ہونی چاہیے۔ یہ سورۃ التحریم کا مرکزی مضمون ہے۔ دوسری انتہا یہ ہے کہ شوہر اور بیوی کے معاملات میں خرابی اِس قدر بڑھ جائے کہ طلاق کی نوبت آ جائے۔ اِس حوالے سے رہنمائی سورۃ الطلاق میں ہے۔ سورۃ الطلاق کے دوسرے رکوع کا آغاز سابقہ نافرمان قوموں کے انجام کے تذکرہ سے ہوا ہے۔ فرمایا:

﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا (8) فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا (9)﴾

''اور بہت سی بستیوں (کے رہنے والوں) نے اپنے پروردگار اور اس کے پیغمبروں کے احکام سے سرکشی کی تو ہم نے ان کو سخت حساب میں پکڑ لیا اور ان پر (ایسا) عذاب نازل کیا جو نہ دیکھا تھا نہ سنا۔ سو انہوں نے اپنے کاموں کی سزا کا مزہ چکھ لیا اور ان کا انجام نقصان ہی تو تھا۔''

گزشتہ نافرمان بستیوں اور اقوام پر عذاب کے ذکر سے دراصل مسلمانوں کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ اگر تم اللہ

اور اُس کے رسول ﷺ کا راستہ چھوڑ کر کسی اور راستہ پر چلو گے تو دنیا و آخرت میں خسارہ تمہارا مقدر ہوگا۔ یہاں سورۃ الطلاق میں سختی اور جلال کا انداز ہے۔ جبکہ سورۃ التحریم میں نرمی کا معاملہ ہے۔ اہل ایمان سے کہا گیا کہ اگر تم سے کوتاہیاں ہوئی ہیں، غلطیوں اور گناہوں کا صدور ہوا ہے، اگر تم فسق و فجور میں مبتلا ہو، تو مایوس نہ ہو، تمہارے لیے توبہ کا راستہ کھلا ہے۔ اِس راستے پر آؤ، اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ ہاں یہ توبہ سچی ہو، ہر قسم کے کھوٹ سے پاک ہو۔

اب سوال یہ ہے کہ سچی توبہ کی شرائط اور عملی تقاضے کیا ہیں؟ اِس کا جواب ہمیں سورۃ الفرقان میں ملتا ہے۔ فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا (68) يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا (69) اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ﴾

’’اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔ قیامت کے دن اس کو دونا عذاب ہوگا اور ذلت و خواری سے ہمیشہ اس میں رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا۔‘‘

اس آیت سے معلوم ہوا کہ توبہ کا پہلا تقاضا گناہ اور نافرمانی پر شدید احساس ندامت ہے کہ پروردگار ہم سے جرائم ہوئے ہیں، ہم سے تقصیرات ہوئی ہیں، ہم نے انفرادی اور اجتماعی سطح پر تیرے دین سے بے وفائی کی ہے۔ ہم اس غلطی کا بھرپور اعتراف کرتے ہیں، تو ہمیں معاف فرما دے۔ یہ ہے زبان سے توبہ کا اظہار۔ دوسرا تقاضا تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ عہد ہے۔ دیکھیے، جب ہم گناہ کرتے ہیں تو ایمان کے عملی تقاضوں کی ادائیگی میں ہم سے کوتاہی ہو رہی ہوتی ہے۔ ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہر ہر معاملے میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی بات مانیں، انہی کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں۔ گناہ کا ارتکاب کرتے وقت ہم اس تقاضے سے انحراف کرتے اور اس کے برعکس راستے پر چلتے ہیں۔ لہٰذا جب بھی احساسِ ندامت پیدا ہو جائے اور آدمی اللہ کی طرف رجوع ہو تو تجدیدِ عہد اور مصمم ارادہ ہو کہ آئندہ میں ان غلطیوں کا ارتکاب نہیں کروں گا۔ یہ چیز بہت ضروری ہے۔ ہمارا معاملہ یہ ہے کہ توبہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں، لیکن گناہوں کو چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا۔ اپنی زندگی کو بدلنے اور اُسے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے سانچے میں ڈھالنے کی نیت نہیں ہوتی، الا ماشاء اللہ۔ حالانکہ یہ توبہ نہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام شجرِ ممنوعہ کا پھل کھانے کے بعد جب نادم ہوئے تو یہ نہیں ہوا کہ پھل بھی کھاتے رہیں اور ساتھ ساتھ استغفار کی تسبیحیں بھی پڑھتے رہیں۔ نہیں، بلکہ پھر انہوں نے اُدھر مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ تیسرا تقاضا یہ ہے کہ آدمی اپنے عمل کی اصلاح کرے۔ بعض اوقات عزم مصمم بھی ہوتا ہے، مگر قوتِ ارادی کمزور ہوتی ہے اور آدمی اپنے عمل کو درست نہیں کر پاتا، تاہم اصلاح کی کوشش جاری رکھنی چاہیے۔ اگر آدمی سنجیدہ کوشش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کی مدد فرمائے گا۔ اصلاحِ احوال کے بعد اگر آدمی سے پھر کوئی کوتاہی یا تساہل ہو جائے، تو چاہیے کہ پھر اسی جذبۂ صادق کے ساتھ اللہ کی طرف پلٹے۔ بہرحال توبۃ النصوح کے لیے اصلاح شرط ہے۔ توبہ کے بعد فی الواقع قبلہ درست ہونا چاہیے۔ زندگی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں گزرنی چاہیے۔ پہلے اگر دنیا مقدم تھی، نفسانی خواہشات عزیز تھیں تو اب اللہ اور رسول ﷺ کا حکم مقدم ہو۔ بہرکیف انفرادی طور پر سچی توبہ یہ ہوگی کہ بندہ طے کرے کہ آئندہ میری پوری زندگی اللہ کی اطاعت میں بسر ہوگی۔ میں اسلام میں پورا داخل ہونے کا تقاضا پورا کروں گا اور شیطان کے نقشِ قدم پر چلنے سے اجتناب کروں گا، کہ وہ میرا کھلا دشمن ہے۔ آئندہ ہر معاملے میں اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت ہوگی، کاروبار و تجارت ہو، شادی بیاہ کے معاملات ہوں، معاشرتی روابط ہوں، حقوق اللہ یا حقوق العباد ہوں، ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کروں گا۔ یہ نہ دیکھوں گا کہ برادری کی رسومات یا زمانے کا چلن کیا ہے، بلکہ صرف یہ بات پیشِ نظر ہوگی کہ اللہ، نبی کا حکم کیا ہے؟

اجتماعی زندگی میں توبہ کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے دین کا بول بالا کرنے کی سعی کی جائے۔ ہم جس معاشرہ میں رہ رہے ہیں، وہاں غیر اللہ کا حکم چل رہا ہے، باطل نظام رائج ہے، شیطانی ایجنڈے کو پروموٹ کیا جا رہا ہے۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ باطل نظام اور منکرات کا خاتمہ کرکے اللہ کے دین کو قائم و نافذ کیا جائے۔ قرآن حکیم میں اُمتِ مسلمہ کو ’’خیر اُمت‘‘ کہا گیا ہے۔ یہ دوسروں کی بھلائی کے لیے نکالی گئی ہے۔ اِس کو جو مشن دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ معروف کو فروغ دے، دین کی نشر و اشاعت اور غلبہ و اقامت کی سعی کرے، قرآن حکیم کے پیغام کو عام کرے اور منکرات کا راستہ روکے۔ جب تک قوت نہیں، زبان سے برائی سے منع کیا جائے اور جب قوت ہاتھ آ جائے تو بزور اُن کو جڑ سے اکھاڑا جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ’’تم میں سے جو شخص برائی دیکھے اُسے چاہیے کہ اُسے ہاتھ سے روکے۔ اگر اِس کی طاقت نہیں رکھتا تو پھر زبان سے منع کرے۔ اگر اِس کی بھی استطاعت نہیں رکھتا تو پھر دل سے (بُرا جانے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔‘‘

اگر منکرات کو (اور سب سے بڑا منکر غیر اللہ کی حاکمیتِ اعلیٰ کے تصور پر مبنی اجتماعی نظام ہے) قوت سے بدلنا ہے، تو ظاہر ہے اِس کے لیے پہلے قوت حاصل کرنی ہوگی۔ یہ قوت کیسے حاصل ہوگی، اِس کا طریقہ بھی ہمیں سیرتِ مطہرہ سے ملتا ہے۔ آپؐ نے پہلے ہی دن جا کر خانہ خدا میں رکھے بتوں کو نہیں توڑا، بلکہ پہلے دعوت دی، ایک جماعت بنائی، صحابہ کو تزکیہ سے گزارا، اُن کی اِس طور سے تربیت کی کہ اللہ کی رضا، نبی اکرم ﷺ کا اتباع اور راہِ حق میں شہادت انہیں ہر چیز سے عزیز ہوگئی۔ پھر جا کر انہیں باطل سے ٹکرایا گیا۔ تب بدر و احد اور احزاب کے معرکوں سے گزارا گیا اور بالآخر فتح مکہ کی منزل آئی اور خانہ خدا کو 360 بتوں سے پاک کیا گیا۔ تو غلبۂ دین حق کی جدوجہد میں پہلے مرحلے پر دعوت ہے، زبان سے نیکی کی تلقین کی جائے، برائی سے منع کیا جائے، منکرات پر قرآن و سنت کی سخت ترین وعیدیں سنائی جائیں۔ پھر اِس دعوت پر لبیک کہنے والوں کا تزکیہ و تربیت ہو۔ اور جب معتد بہ افرادی قوت میسر آ جائے تو پھر وہ مرحلہ آتا ہے کہ نظامِ باطل پر ضرب لگائی جائے۔ اگر فی الواقع نظامِ باطل سے براہِ راست پنجہ آزمائی کرنی ہے، تو اِس کام کا آغاز اسی طور سے اجتماعیت سے جڑنے اور دعوت کو پھیلانے سے ہوگا۔

یہ ہیں توبہ کے عملی تقاضے۔ اگر ہم اِن کو پورا کریں، یعنی اپنے عمل کی اصلاح اور دینی فرائض کی ادائیگی پر کمربستہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ دو چیزیں عطا فرمائے گا۔ ایک یہ کہ عام خوشحالی آئے گی۔ شریعت کے نفاذ سے آسمان سے بھی برکات کا نزول ہوگا اور زمین بھی اپنے خزانے اگلے گی۔ قرآن مجید کی رہنمائی یہ ہے کہ جس قوم کو اللہ شریعت عطا کرے، اُس کی خوشحالی اور بدحالی شریعت کے ساتھ موقوف ہو جاتی ہے۔ چنانچہ سورۃ المائدہ میں اہلِ کتاب سے کہا گیا کہ اگر وہ تورات اور انجیل کو قائم کرتے تو اپنے اوپر سے بھی کھاتے اور اپنے نیچے سے بھی۔ ہم نے اپنے مسائل پر غور و فکر کے

اور حل کے حوالے سے کبھی اِس "dimention" کو اپنے سامنے رکھا ہی نہیں۔ ہم تو خالصتاً مادی انداز سے سوچتے ہیں جو اہل مغرب کا انداز ہے۔

دوسری چیز اللہ تعالیٰ کی نصرت خصوصی ہے۔ جو لوگ اللہ کے دین کی نصرت کرتے ہیں اللہ دشمنوں کے مقابلے میں انہیں کافی ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں فرمایا گیا کہ ’’اللہ تعالیٰ اُن کی ضرور مدد کرتا ہے جو اُس (کے دین) کی مدد کریں۔‘‘ اِسی طرح سورۂ آل عمران میں فرمایا گیا کہ ’’(اے مسلمانو!) اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی قوت تم پر غالب نہیں آ سکتی۔‘‘ اور آگے فرمایا کہ ’’اور اگر وہی تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو اِس کے بعد تمہاری مدد کرے۔‘‘ (آیت:160) اس سے معلوم ہوا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ مسلمانوں کی مدد نہ کرے۔ یہ کب ہوتا ہے؟ یہ اُس وقت ہوتا ہے جب مسلمان اللہ کی بندگی کے تقاضے پورے نہ کریں۔ اُن کی وفاداری اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی بجائے اللہ کے دشمنوں کے لیے ہو۔ وہ اسلام کے خلاف کفار کے اتحادی بن کر اُن کے ہاتھ مضبوط کریں۔ یہی کام ہم اہل پاکستان نے افغان جنگ میں کیا ہے۔ ہم نے طالبان کی اسلامی حکومت کے خاتمے میں امریکہ کا ساتھ دیا۔

اپنے ملک میں اسلام نافذ نہ کرنا اور پڑوس کی نوزائیدہ اسلامی حکومت کے خاتمے میں دشمنوں کا ساتھ دینا، یہ وہ جرائم ہیں جن کی وجہ سے اللہ کی رحمت اور نصرت ہم سے روٹھ چکی ہے۔ ہمیں دشمنوں کے مقابلے میں اللہ کی نصرت کی ضرورت ہے۔ رحمت اور نصرت الٰہی کے حصول کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم اپنے سابقہ جرائم پر توبہ کر کے بندگی کے راستے پر آئیں۔ خود بھی اللہ کے دین کو اختیار کریں اور معاشرے کی اصلاح کے لیے بھی کوشاں ہوں، اور اجتماعی زندگی میں بھی دین حق کے قیام کے لیے جدوجہد کریں، پھر اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے گا۔ اُس کا فیصلہ ہے ’’اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔‘‘ یہ بات کافی نہیں کہ تم اپنی ذات میں مخلص بندے بن جاؤ نہیں بلکہ تمہیں اللہ کے دین کا علمبردار بننا ہوگا۔ اللہ کی زمین پر اللہ کے سب سے بڑے باغی شیطان کا نظام چل رہا ہے۔ اگر فی الواقع تم اللہ کے وفادار ہو تو تمہارا کام یہ ہے کہ اِس نظام کا خاتمہ کر کے اللہ کے نظام کو قائم کرو۔ پھر تمہیں ہی غلبہ و سربلندی ملے گی۔

(مرتب: محبوب الحق عاجز)

پریس ریلیز — حافظ عاکف سعید

برطانوی وزیر اعظم کی ہم جنس پرستوں کو حقوق نہ دینے والے ممالک کی امداد کم کرنے کی دھمکی قابل مذمت ہے

ہم جنس پرستوں کے حقوق کے علمبردار آسمانی ہدایت کی نفی اور فطرت سے متصادم سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کے مرتکب ہو رہے ہیں

ہم جنس پرستوں کے حقوق کے علمبردار نہ صرف آسمانی ہدایت کی نفی کر رہے ہیں بلکہ وہ فطرت سے متصادم سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ یہ رویہ خالق و مالک کائنات سے کھلی بغاوت اور شیطان کے ساتھ وفاداری کے طور پر ابلیسی نظام کو اللہ کی زمین پر قائم و رائج کرنے کی مذموم کوششوں کا مظہر ہے۔ ہم ان کے اس رویے کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے اس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے کہی جس کے مطابق برطانوی وزیر اعظم نے ہم جنس پرستوں کے حقوق نظر انداز کرنے والے ممالک کی امداد کم کرنے کی دھمکی دی ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے مزید کہا کہ کچھ عرصے قبل امریکی سفارت خانے نے ہم جنس پرستوں کا ایک اجتماع منعقد کیا تھا، جس میں مقامی ہم جنس پرستوں کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ ہماری حکومت نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ اس کے باوجود کہ عوام کے مختلف طبقات کی جانب سے اس کی شدید مذمت کی گئی تھی۔ حکومت کا یہ رویہ نامطلوب ہے اسے چاہیے کہ اس قسم کی سرگرمیوں کے خلاف ہر عالمی فورم پر آواز بلند کرے۔

(پریس ریلیز: 31 اکتوبر 2011ء)

بھارت کو پسندیدہ ترین ملک قرار دینے کے نتیجے میں

بھارتی معیشت کی بڑی مچھلی ہماری معیشت کی چھوٹی مچھلی کو ہڑپ کر جائے گی

کراچی (پ ر) امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ حکومت کی طرف سے دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ بھارت کو پسندیدہ ملک قرار دینے کا فیصلہ معیشت کی بنیاد پر ہے اور اِسے سیاسی ایشو نہ بنایا جائے۔ بھارت نے آج تک پاکستان کا وجود تسلیم نہیں کیا، ہمارے مشرقی بازو کی علیحدگی میں اس کا نمایاں کردار رہا ہے۔ وہ ہمارا پانی روک کر ہمارے ملک کو صحرا میں تبدیل کرنے پر عمل پیرا ہے۔ خود حکومت کے مطابق بلوچستان کی شورش میں اس کا کردار موجود ہے۔ اول تو ان تمام حقائق کی موجودگی میں حکومت کا یہ فیصلہ نہ صرف حیران کن بلکہ وطن عزیز کے وجود کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ واضح رہے کہ بھارت کے ساتھ کسی نوع کے بھی تعلقات کی بحالی سے قبل ضروری ہوگا کہ ہم اپنی نظریاتی بنیادوں یعنی دین و شریعت کی بالادستی کو اپنے ملک میں یقینی بنائیں بصورتِ دیگر بھارت کے ساتھ دوطرفہ تعلقات میں نقصان سراسر پاکستان ہی کا ہوگا۔ علاوہ ازیں جب تک کشمیر کا تنازعہ حل نہیں ہوتا ایسا کوئی فیصلہ نہیں کیا جانا چاہیے۔ ہمیں یقین ہے کہ ارکان پارلیمنٹ اس فیصلے کی بھرپور مزاحمت کریں گے۔ معاشی نقطۂ نظر سے بھی اس فیصلے کے نتیجے میں بھارتی معیشت کی بڑی مچھلی ہماری معیشت کی چھوٹی مچھلی کو نگل جائے گی۔ (پریس ریلیز: 3 نومبر 2011ء)

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

بیرونِ عرب دعوتِ اسلام اور

سلاطین کا ردِّعمل

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا فکر انگیز خطاب

7ھ کے اوائل ہی میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوت کے بین الاقوامی مرحلے کا آغاز فرمایا۔ آپؐ اپنے دعوتی و تبلیغی نامہ ہائے مبارک دے کر چند صحابہ کرام ؓ کو قیصر روم، کسریٰ ایران، عزیزِ مصر، شاہ حبشہ اور ان رؤسائے عرب کی طرف بھیجا جو جزیرہ نمائے عرب کی سرحدوں پر آباد تھے اور جنہوں نے اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ ان میں سے بعض قبائل قیصر روم کے اور بعض کسریٰ ایران کے باج گزار تھے۔ سیرت کی تمام مستند کتابوں میں اس کا تذکرہ ملتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے نامہ ہائے مبارک کی ترسیل سے قبل مسجد نبویؐ میں تمام صحابہ کرام ؓ کو جمع کیا اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ میں حضور ﷺ نے اسی حقیقت کو بیان کیا کہ میری بعثت پوری نوعِ انسانی کے لیے ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمام جہان والوں کے لیے رحمت اور رسول بنا کر بھیجا ہے، بمصداق آیت قرآنی: ﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ۝﴾ (الانبیاء:107) میں نے اب تک دعوت تمہیں پیش کی ہے۔ اب اے مسلمانو! تمہارے ذمہ ہے کہ تم اس دعوت اور پیغام کو لے کر تمام اطراف و اکنافِ عالم میں پھیل جاؤ اور اللہ کی توحید کو عام کرو۔ گویا نبی اکرم ﷺ نے اپنی دعوت کے بین الاقوامی مرحلہ کا افتتاح اس خطبہ کے ذریعہ سے فرمایا۔

خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ملوک و سلاطین کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے خطوط تحریر کرائے اور یہ نامہ ہائے مبارک اپنے مختلف اصحاب کے ہاتھ آس پاس کے علاقوں کے حکمرانوں اور سرداروں کو ارسال فرمائے۔ قیصر روم کے دربار میں حضرت دحیہ بن کلبی ؓ نامہ مبارک دے کر بھیجے گئے۔ حضرت عبداللہ بن حذیفہ سہمی ؓ کو خسرو پرویز کسریٰ ایران کی طرف بھیجا گیا۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ ؓ عزیزِ مصر کی طرف بھیجے گئے۔ حضرت عمرو بن اُمیہ ؓ کو شاہ حبش نجاشی کی طرف بھیجا۔ حضرت سلیط بن عمر بن شمس ؓ رؤسائے یمامہ کی طرف بھیجے گئے۔ یمامہ جزیرہ نمائے عرب ہی کا شمال مشرقی علاقہ ہے۔ آج کل یہ علاقہ نجد میں شامل ہے۔ حضرت شجاع بن وہب الاسدی ؓ حدودِ شام میں حارث غسانی کے پاس بھیجے گئے۔ شام اُس وقت سلطنت روما کے زیرِ حکومت تھا اور وہاں قیصر کی طرف سے غسانی خاندان حکمران تھا۔ ان کے علاوہ بعض دیگر رؤساء و سرداران عرب کو بھی حضور ﷺ نے نامہ ہائے مبارک ارسال فرمائے۔ ان میں منذر بن ساوی (حاکم بحرین)، ہوذہ بن علی (حاکم یمامہ)، جیفر (شاہ عمان)، حارث بن ابی شمر غسانی (حاکم دمشق) وغیرہ شامل ہیں۔ ان نامہ ہائے مبارک کے نتیجہ میں سلاطین کی جانب سے مختلف ردِّعمل سامنے آئے۔ کوئی تو اِن کے جواب میں ایمان لے آیا تو کسی نے کفر کیا، لیکن اتنا ضرور ہوا ہے کہ کفر و انکار کی روش اپنانے والوں کی توجہ بھی اسلام کی طرف مبذول ہوگئی۔

فلسفۂ انقلاب کے حوالے سے یہ بات بھی واضح ہو جائے کہ حضور ﷺ نے یہ خطوط پہلے ہی دن کیوں نہیں بھیجے؟ دراصل ایک انقلابی تحریک اور ایک تبلیغی تحریک میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ تبلیغی تحریک پہلے دن سے ہی زمین پر پھیلتی ہے، بالکل اُسی طرح جیسے خربوزے کی بیل زمین پر پھیلتی چلی جاتی ہے، اوپر نہیں اُٹھتی۔ اُٹھنا اس کی فطرت میں شامل ہی نہیں ہے۔ اس کے برعکس انقلابی تحریک اوپر اُٹھتی ہے۔ یہ آم کے درخت کی طرح ہوتی ہے۔ آم کے درخت پر دو پتیاں لگیں گی تو اوپر کی طرف رُخ ہوگا۔ یہ درخت اپنے بل پر کھڑا ہوتا ہے اور اوپر جا کر پھیلتا ہے۔ یہ سایہ بھی دیتا ہے اور پھل بھی دیتا ہے۔ حضور ﷺ نے 10 برس تک مکے سے باہر قدم نہیں نکالا۔ وہیں کام کیا۔ مبلغین کا کوئی وفد باہر نہیں بھیجا۔ کسی کو کوئی خط نہیں لکھا۔ مدینہ میں آنے کے بعد بھی آپؐ نے عرب کے اندر کوئی تبلیغی جماعت نہیں بھیجی۔ ہاں جب آپؐ کی بات پھیل گئی اور یہ تقاضا آنے لگا کہ آپؐ اپنا کوئی آدمی بھیجیے جو ہمیں بتائے کہ آپؐ کا دین کیا ہے، تب آپؐ اصحاب صفہ میں سے کسی کو بھیجتے تھے۔ دیکھئے، ایک مشنری ورک ہے، جیسے عیسائی مشنری کام کرتے ہیں۔ یہ کام تبلیغی انداز میں ہوتا ہے اور پھیلتا چلا جاتا ہے۔ اس کے برعکس انقلابی تحریک کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ یہ اوپر اُٹھتی ہے۔ یہ پہلے ایک خطے میں انقلاب برپا کرتی ہے اور پھر اس انقلاب کی تصدیر ہوتی ہے۔ جیسے کمیونسٹوں نے پہلے روس میں انقلاب برپا کیا۔ پھر یہ مشرقی یورپ میں آ گیا۔ لاطینی امریکہ چلا گیا۔ یہی چیز حضور ﷺ کے طریقہ انقلاب میں تھی۔ جب آپؐ نے عرب میں ایک طرح سے انقلاب کی تکمیل فرما دی تو اب آپؐ نے بیرون عرب دعوتی خطوط بھیجے۔

حضور ﷺ نے جن رؤساء عرب کے نام نامہ ہائے مبارک ارسال فرمائے تھے اور جو عرب اور شام کے سرحدی علاقوں میں آباد تھے، ان میں غسان کا قبیلہ تعداد میں بھی بڑا تھا اور کافی طاقتور بھی تھا۔ اس قبیلہ کے لوگ اگرچہ عرب تھے، لیکن ایک مدت سے عیسائی تھے۔ یہ قبیلہ قیصر روم کے ماتحت اور اس کا باج گزار تھا۔ اس وقت قبیلہ کا رئیس و حکمران شُرَحْبیل بن عمرو نامی شخص تھا۔ اس کے پاس حارث بن عمیر ؓ بطورِ قاصد حضور ﷺ کا نامہ مبارک لے کر گئے تھے۔ اس بدبخت نے حضور ﷺ کے قاصد کو شہید کر دیا۔ حضور ﷺ نے انؓ کے خون کے قصاص کے لیے تین ہزار کا لشکر تیار کر کے جمادی الاولیٰ 8ھ میں شام کی طرف بھیجا۔ اس لشکر کا سپہ سالار حضور ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ ؓ کو مقرر فرمایا اور پہلے ہی سے معین کر دیا کہ اگر وہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ سپہ سالار ہوں گے۔ اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ سپہ سالار ہوں گے۔

اِدھر مدینہ میں مسلمانوں کا لشکر ترتیب پا رہا تھا اور اُدھر جاسوسوں نے شُرَحْبیل کو خبر کر دی۔ چنانچہ

شُرحبیل نے اس لشکر کا مقابلہ کے لیے قریباً ایک لاکھ کی فوج تیار کی، کیونکہ اسے معلوم تھا کہ معاملہ قصاص اور انتقام کا ہے، لہٰذا جنگ ضرور ہوگی۔ پھر خود قیصر روم (ہرقل) ایک بہت بڑی فوج لے کر غسانیوں کے دارالحکومت بصرہ سے چند میل کے فاصلہ پر آ کر بیٹھ گیا، تاکہ اگر غسانی شکست کھائیں تو وہ ان کی مدد کے لیے اپنی فوج لے کر پہنچ جائے۔ اہل ایمان کے لشکر کو جب غسانیوں کی تیاری اور اس کی پشت پر ہرقل کی فوج کی موجودگی کا علم ہوا تو مشورہ ہوا کہ ان حالات میں کیا طرزِ عمل اختیار کیا جائے۔ کہاں صرف تین ہزار اور کہاں ایک لاکھ! یہ ایک اور تینتیس کی نسبت تھی۔ مشورہ ہوا کہ آیا اندریں حالات مقابلہ کا خطرہ (Risk) مول لینا چاہیے یا حضور ﷺ کو اطلاع دی جائے اور توقف کر کے آپؐ کے حکم کا انتظار کیا جائے۔ امیر لشکر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی رائے یہی تھی کہ ہمیں سردست مقابلہ نہیں کرنا چاہیے اور حضور ﷺ کے حکم کا انتظار کرنا چاہیے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ وہ اُٹھے اور انہوں نے تقریر کی کہ مسلمانو! ہم دنیا کے طالب ہو کر نہیں نکلے، فتح اور شکست سے ہمارا کوئی تعلق نہیں، ہم تو شہادت کے متمنی ہیں، اللہ نے ہمیں یہ موقع فراہم کیا ہے تو ہم تاخیر کیوں کریں؟ اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ فیصلہ ہوگیا کہ مقابلہ کیا جائے گا —— چنانچہ تصادم ہوگیا۔ اب کہاں تین ہزار کہاں ایک لاکھ! لیکن جوشِ ایمانی اور شوقِ شہادت سے سرشار یہ مختصر سا لشکر ایک لاکھ کی فوج پر حملہ آور ہوا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے علَم سنبھالا اور لشکر ان کی قیادت میں آیا تو گھوڑے سے اتر کر پہلے خود اپنے گھوڑے کی ٹانگوں پر تلوار ماری اور اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں، تاکہ گھوڑے پر بیٹھ کر فرار ہونے کا خیال بھی دل میں نہ آئے۔ پھر نہایت بے جگری سے دشمنوں کی فوج پر ٹوٹ پڑے۔ ایک ہاتھ قلم ہوا تو دوسرے ہاتھ میں علَم تھام لیا۔ وہ بھی قلم ہوا تو باقی ماندہ بازوؤں سے جھنڈا آغوش میں لے لیا، تاکہ علَم ان کے جیتے جی زمین پر گرنے نہ پائے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ زخموں سے چور چور ہو کر زمین پر گرے اور جامِ شہادت نوش کر گئے۔

اُدھر رسول اللہ ﷺ نے خواب دیکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتایا کہ جعفر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے کٹے ہوئے دو بازوؤں کی جگہ دو پر عطا فرما دیئے ہیں، جن سے وہ جنت میں اُڑتے پھر رہے ہیں۔ اسی وقت سے آپ کا لقب ''طیار'' قرار پایا اور وہ جعفر طیار کے نام سے موسوم ہوئے۔ ان کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوگئے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یکے بعد دیگرے سپہ سالار نامزد کیا تھا، لیکن مزید کوئی ہدایت نہیں دی تھی۔ چنانچہ جب وہ تینوں شہید ہوگئے تو اب مسلمانوں کے لشکر میں سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر کمان سنبھالی اور نہایت بہادری اور بے جگری سے لڑے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ اس جنگ میں ان کے ہاتھ سے آٹھ تلواریں ٹوٹ ٹوٹ کر گریں۔ لیکن ایک لاکھ سے تین ہزار کا مقابلہ تھا۔ اس نازک صورتِ حال سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حکمت عملی تبدیل کی کہ ایک جنگی چال کے ذریعے رومیوں کو مرعوب کر کے اتنی کامیابی کے ساتھ مسلمانوں کو پیچھے ہٹا لیا کہ رومیوں کو تعاقب کی ہمت نہ ہوئی۔ (جاری ہے)

☆☆☆

کلامِ اقبال

''امامت کی حقیقت''

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحبِ اَسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئنے میں تجھ کو دکھا کر رُخِ دوست
زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
فتنۂ ملّتِ بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

خلافت فورم

عیدالاضحیٰ پر امیر تنظیم اسلامی کا خصوصی پیغام

☆ عیدالاضحیٰ پر کی جانے والی قربانی ہماری معاشرتی اور ثقافتی رسم ہے یا دینی فریضہ؟
☆ قربانی کی عبادت صرف امت مسلمہ کے لیے معین کی گئی ہے یا سابقہ امتوں پر بھی لازم تھی؟
☆ قرآن وسنت کی روشنی میں قربانی کا فلسفہ کیا ہے؟
☆ حجاج کرام کی طرف سے منیٰ میں کی جانے والی قربانی اور عام قربانی میں کیا فرق ہے؟
☆ نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں حج صرف ایک ہی دفعہ کیوں کیا؟
☆ کیا فوت شدگان کی طرف سے قربانی دی جاسکتی ہے؟
☆ قربانی کی کھال کا بہترین مصرف کیا ہے اور کیا یہ قصائی کو اجرت کے طور پر دی جاسکتی ہے؟

ان سوالات کے جوابات تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ
www.tanzeem.org ''خلافت فورم'' میں دیکھئے

مہمانانِ گرامی: **حافظ عاکف سعید** (امیر تنظیم اسلامی)
حافظ محمد زبیر (ریسرچ سکالر شعبہ تحقیق اسلامی، قرآن اکیڈمی)

میزبان: **وسیم احمد**

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء وتجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش: شعبہ سمع وبصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امیرِ تنظیمِ اسلامی کا پیغام......رفقائے تنظیم کے نام

تنظیموں اور جماعتوں کی زندگی میں سالانہ اجتماع ایک خصوصی مقام رکھتا ہے۔ ملک کے ہر گوشے سے آئے ہوئے رفقاء واحباب کا سالانہ بنیادوں پر کسی ایک مرکزی مقام پر جمع ہونا اور اپنے فکری سبق کو تازہ کرنا ساتھیوں کے لیے بادِصبا کے خوشگوار جھونکے سے کم نہیں ہوتا۔ یہ خوشگوار جھونکا ان کے مُشامِ جاں ہی کو تازہ نہیں کرتا، روح کے تاروں کو بھی چھیڑتا ہے۔ رب کی رضا کے حصول کے طلبگار ہم مقصد لوگوں کا یہ اجتماع اپنی ایک مخصوص تاثیر رکھتا ہے جسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔

رفقائے محترم! ہم وہ خوش نصیب لوگ ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے اپنے مقصدِ حیات کے ساتھ ساتھ دینِ اسلام اور اس کے تقاضوں کا ایک واضح اور جامع شعور بخشا ہے جو قرآن وسنت کے براہین پر مبنی ہے۔ چنانچہ ہم علیٰ وجہ البصیرت یہ جانتے ہیں کہ:

☆ ہمارا منتہائے مقصود اور حقیقی نصب العین، رضائے رب کا حصول ہے جس کے نتیجے میں آخرت کے ابدی خسارے اور عذابِ الیم سے بھی نجات ملے گی اور بفضلہٖ تعالیٰ جنت میں داخلہ بھی مل جائے گا، **وذٰلک ھو الفوز العظیم!**

☆ یہ دنیا جس میں ہم اپنی زندگی کے سانس پورے کر رہے ہیں، ہماری منزل نہیں، بلکہ ایک عارضی قیام گاہ ہے۔ یہ اصلاً امتحان گاہ ہے۔ بقول اقبالؒ ؎

قلزمِ ہستی سے تو ابھرا ہے مانندِ حباب   اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی!

اصل زندگی موت کی سرحد کے پار ہے۔ وہ ابدی زندگی ہے۔ امتحان کا نتیجہ وہاں ڈیکلیئر ہوگا۔ اسی کی بنیاد پر انسان ابدی زندگی میں کامیاب یا ناکام قرار پائے گا اور جنت یا دوزخ میں داخلے کا حقدار ٹھہرے گا۔

☆ اُخروی کامیابی انہی کو ملے گی جن سے رب راضی ہوگا۔ اور رب کی رضا کے حصول کے لیے ہمیں ایمان کا نور اپنے اندر پیدا کرنا اور اپنے عمل سے رب کی بندگی اور وفاداری کا ثبوت فراہم کرنا ہوگا۔ یعنی ① بندگی کا تقاضا پورا کرنے کی خاطر ہمیں زندگی کے ہر معاملے میں اللہ جل شانہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر کاربند رہنا ہوگا اور ② وفاداری کے تقاضے کے طور پر اللہ کے کلمے کی سربلندی اور دین وشریعت کے قیام ونفاذ کی خاطر باطل اور طاغوتی قوتوں سے پنجہ آزمائی کرنے کی غرض سے حزب اللہ کی صورت میں اجتماعی زندگی اختیار کرنا ہوگی اور اس راہ میں اپنی جان قربان کرنے کے جذبہ کے ساتھ ہر دم آمادۂ عمل ہونا ہوگا۔

سالانہ اجتماع میں شرکت، ان شاء اللہ، نہ صرف اپنے اس سبق کے اعادے اور تنظیمی فکر کی تازگی کا ذریعہ بنے گی، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ ہم اک ولولۂ تازہ کے ساتھ اجتماع گاہ سے رخصت ہوں گے۔

رفقائے محترم! حالات موافق ہوں یا ناموافق، ہمیں ہر صورت ایسی صراطِ مستقیم پر گامزن رہنا ہے جو ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر سے عبارت ہے۔ چنانچہ نفاذِ شریعت اور غلبہ واقامتِ دین کی جدوجہد کے لیے منہجِ نبوی ﷺ سے رہنمائی لیتے ہوئے اس راہ میں جسم وجان کی توانائیاں کھپانا ہی واحد راہِ عمل ہے ؎

یہ بازی عشق کی بازی ہے جو کچھ ہے لگا دو، ڈر کیسا؟   گر جیت گئے تو کیا کہنا، ہارے بھی تو بازی مات نہیں!

رفقائے محترم! ہم تاریخ کے ایک اہم موڑ پر کھڑے ہیں۔ حق وباطل کی کشمکش فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی ہے۔ دجالی مکروفریب کا پردہ چاک ہونے کو ہے۔ پورے کرۂ ارض پر مسلط ابلیسی نظام، یعنی سیکولر سرمایہ دارانہ جمہوری نظام اپنے منطقی انجام کی طرف بڑھ رہا ہے۔ بقول اقبالؒ ؎

جہانِ نو ہو رہا ہے پیدا، وہ عالمِ پیر مر رہا ہے   جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ

پڑوس کی سرزمین میں اللہ کے مٹھی بھر وفاداروں نے عزیمت کی نئی تاریخ رقم کی ہے اور بالکل نہتے اور بے سروسامان ہونے کے باوجود نصرتِ خداوندی کے بل پر عالمی دجالی قوتوں کو ہزیمت سے دوچار کر رکھا ہے۔ ان سے سبق سیکھتے ہوئے ہمیں پاکستان میں اقامتِ دین اور نفاذِ شریعت کی جدوجہد کو تیز تر کرنا ہوگا۔ اپنے ایمان ویقین میں اضافے کی شعوری کوشش کے ساتھ ساتھ رب کی بندگی اور وفاداری کے امتحان میں پورا اترنے کا عزم کرنا ہوگا اور باطل افکار ونظریات کے خلاف علمی و فکری جہاد اور باطل قوتوں سے پنجہ آزمائی کے لیے ہر دم آمادۂ عمل رہنا ہوگا۔ اس انقلابی جدوجہد کے ناگزیر تقاضے کے طور پر رب کے دامن کو مضبوطی سے تھامنا اور تعلق مع اللہ کو بڑھانا ہوگا۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِھٰذَا (آمین)

حافظ عاکف سعید

”اُمید بنو، تعمیر کرو، سب مل کر پاکستان کی“

حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ
امیر تنظیم اسلامی

15 تا 17 اکتوبر جامعہ پنجاب لاہور میں اسلامی جمعیت طلبہ کا کل پاکستان اجتماع عام ہوا۔ اس اجتماع کے دوسرے روز صبح قومی رہنماؤں کا سیشن ہوا۔ جس میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ اجتماع کا سلوگن ”اُمید بنو، تعمیر کرو، سب مل کر پاکستان کی“ تھا۔ امیر محترم نے اس نعرہ کی مناسبت سے نہایت مختصر وقت میں طلبہ کو جو پیغام دیا اسے معمولی حک و اضافہ کے بعد قارئین ندائے خلافت کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

سورۂ آل عمران کی آیات 139 اور 160 کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد!

محترم صدر مجلس سید منور حسن صاحب، محترم و مکرم سید عبدالرشید ناظم اعلیٰ اسلامی جمعیت طلبہ، قابل صد احترام مہمانانِ گرامی اور عزیز طلبہ! میں اسلامی جمعیت طلبہ کے آل پاکستان اجتماع کے انعقاد پر، جو جمعیت کی تاسیس کے 64 سال بعد منعقد ہو رہا ہے، جمعیت کے تمام سابق اور موجودہ ذمہ داران اور کارکنان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

میرے لیے جمعیت کے اِس روح پرور اجتماع میں شرکت باعث سعادت بھی ہے اور موجب اعزاز بھی، اس لیے کہ جمعیت کی بنیاد اُس حقیقی اسلامی فکر پر اُٹھائی گئی ہے جو دورِ رسالت اور دورِ صحابہؓ والے جامع، کامل، ہمہ گیر اور حرکی انقلابی تصور اسلام سے عبارت ہے۔ جسے دورِ حاضر میں بیسویں صدی میں پہلے اجاگر کیا مصور و مفکر پاکستان علامہ اقبال نے اپنی انقلاب آفریں شاعری کے ذریعے، اور پھر اسے نہایت مدلل اور سلیس نثر کی شکل میں فروغ دیا عظیم داعیٔ اسلام سید ابوالاعلیٰ مودودی ؒ نے، اور اس کی بنیاد پر ایک عظیم تحریک کی داغ بیل بھی ڈالی۔ اسلامی جمعیت طلبہ وہ تنظیم ہے جس کی ابتدائی تنظیم سازی اور فکری رہنمائی میں جن عظیم ہستیوں نے فیصلہ کن اور مؤثر کردار ادا کیا، اُن میں میرے والد گرامی ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کا نام بھی شامل ہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔ تنظیم اسلامی، جس کی امارت کی ذمہ داری میرے ناتواں کندھوں پر ڈالی گئی ہے، درحقیقت اسی حقیقی اسلامی انقلابی فکر کا تسلسل ہے۔

آج کے اس اجتماع عام کے عنوان کے طور پر جو سلوگن دیا گیا ہے وہ ہے ”اُمید بنو، تعمیر کرو، سب مل کر پاکستان کی۔“ طلبہ کے جذبہ عمل کو بیدار رکھنے اور امید کے چراغ کی لو کو تیز کرنے کے حوالے سے یہ سلوگن بہت خوبصورت بھی ہے اور برموقع و برمحل بھی۔ چنانچہ اس کے حوالے سے بہت کچھ کہنے کو جی چاہتا ہے، لیکن وقت کی تنگی کے پیش نظر، بالخصوص جبکہ سٹیج پر بڑے جید اور چوٹی کے قائدین ملت اور بلند پایہ مقررین موجود ہیں، جن کو سننے اور جن سے استفادہ کے لیے آپ ہی نہیں، میں بھی بے تاب ہوں، چند نکات پر اکتفا کروں گا۔

پہلی بات یہ ہے کہ جب ہم تعمیر پاکستان کی بات کرتے ہیں تو سب سے پہلے ہمیں اُن بنیادوں پر توجہ دینی ہوگی، جن پر یہ ملک قائم ہوا اور اُن بنیادوں کو مضبوط کرنا ہوگا۔ جان لیجیے، پاکستان کی بنیاد جس نظریے پر استوار کی گئی وہ اسلام اور صرف اسلام ہے، جو کامل ترین دین اور مکمل ترین مذہب تو ہے ہی، ایک آفاقی نظریہ بھی ہے۔ اس ملک کی بنیاد اسلام کے علاوہ اور کوئی شے نہیں، یہ بنیاد نہ رنگ ہے، نہ نسل ہے اور نہ ہی وطنیت ہے۔ قومیت کے اُس سیکولر وطنی تصور (Nationalism) کی، جو عصر حاضر کا مقبول ترین تصور ہے، کامل نفی پر پاکستان قائم ہوا تھا۔ مصور پاکستان اور حکیم الأمت علامہ محمد اقبالؒ نے وطنی قومیت کو دور حاضر کا سب سے بڑا شرک قرار دیا تھا ۔

اس دور میں مے اور ہے جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنا کی روشِ لطف و ستم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

اقبال نے مسلمانانِ برصغیر کو دوٹوک پیغام دیا تھا کہ ۔

بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

تحریک پاکستان کی پشت پر معمار پاکستان قائداعظم کے یک صد سے زائد بیانات کس حقیقت کی طرف اشارہ کررہے تھے؟ اور تحریک کے اصل فکری رہنما یعنی مصور پاکستان علامہ اقبال کا تصور پاکستان کیا تھا؟ دونوں رہنما خلافت راشدہ کی طرز پر ایک حقیقی اسلامی ریاست کا قیام چاہتے تھے۔ چنانچہ مصور پاکستان اور معمار پاکستان کا بھی وہ فکری نظریہ تھا جس کی گونج 'پاکستان کا مطلب کیا، لاالٰہ الا اللہ' کی صورت میں سنائی دی۔ یہ ایک المیہ ہے کہ آج کے ہمارے نام نہاد دانشور، سیکولرازم کے پجاری، عقل گزیدہ دانشور، نہایت ڈھٹائی کے ساتھ اس اہم ترین حقیقت کو جھٹلانے پر تلے ہوئے ہیں اور ملک کی نظریاتی بنیادوں پر تیشہ زنی کرکے بھی اپنے آپ کو ملک وملت کے خیر خواہ ظاہر کرتے ہیں۔ بہرکیف یہ ایک ایسی واضح اور ناقابل تردید حقیقت ہے جس کو جھٹلانا نصف النہار پر چمکنے والے خورشید تاباں کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔ لہٰذا تعمیر پاکستان کے لیے سب سے پہلے اس کی بنیادوں یعنی حقیقی دینی فکر کو مضبوط کرنا ہوگا۔

اس حوالے سے میرے اور آپ کے لیے توجہ طلب بات یہ ہے کہ بقول والدِ گرامی تحریک پاکستان میں مسلمانوں کے مقابلے میں ہندو تھے۔ وہاں اسلام کا نعرہ بھی مؤثر ثابت ہوا۔ لیکن پاکستان بن جانے کے بعد اب محض نعروں سے کام نہیں چلے گا۔ اب اِس ملک کو حقیقی معنوں میں نظام خلافت راشدہ کا نمونہ بنانے کے لیے عوام کی بھیڑ نہیں، جذبۂ جہاد اور ذوق شہادت سے معمور وہ مردانِ خود آگاہ و خدا مست درکار ہوں گے جو حزب اللہ کے اوصاف یعنی اشداء علی الکفار ورحماء

بینھم کی عملی تصویر ہوں۔ بقول اکبر الٰہ آبادی ؎

توخاک میں مل اور آگ میں جل جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پر بنیاد نہ رکھ، تعمیر نہ کر

یہ تو اصولی بات تھی۔ اب میں بالخصوص طلبہ کے حوالے سے ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے سامنے ایک اہم سوال یہ ہے کہ اس ملک کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کا یہ کام مؤثر طور پر کون کرسکتا ہے؟ یادرکھئے، یہ کام وہ لوگ کرسکتے ہیں جو دین کے غلبہ کے نبوی مشن کو اپنا مشن بنالیں۔ اقبال کے الفاظ مستعار لے رہا ہوں، فرماتے ہیں ؎

اُس کی امیدیں قلیل، اُس کے مقاصد جلیل
اُس کی ادا دلفریب، اُس کی نگہ دلنواز

مقاصد بہت بلند ہوں، لیکن دنیا سے بے رغبتی ہو، علم ضرور حاصل کریں، نئے علوم میں مہارت ہونی چاہیے لیکن آپ کے اندر تمام دنیوی امنگیں (Ambitions) ختم ہوجائیں۔ صرف ایک آرزو ہو، اور وہ ہے رب کی رضا کا حصول۔ ایک ہی تڑپ ہو، اللہ کے دین کا غلبہ۔ اس وقت رب کی دھرتی پر شیطانی قوتوں کا تسلط ہے۔ ہر طرف منکرات پھیل رہی ہیں۔ اللہ سے بغاوت عام ہے۔ یہ فکر ہو کہ یہ نوعِ انسانی کدھر جارہی ہے، کس مہلک انجام کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اللہ سے محبت اور وفاداری ہو۔ تمہیں اپنے اصل مستقبل آخرت کی فکر ہو، دنیوی کیریئر کی ہوس نہ ہو۔ مستقبل کو روشن بناؤ، مگر روشن مستقبل کا مطلب دنیوی کیریئر نہیں، آخرت کا سنورنا ہے۔ یاد رکھئے، جب ہم لوگ صحیح معنوں میں اللہ والے بن جائیں گے اور اپنی سرفروشیوں سے دین کو غالب کردیں گے تو دنیا کی سربلندی اور کامیابی خود ہماری منتظر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عزت، دولت سربلندی سب کچھ عطا کرے گا۔ قیصر و کسریٰ کے خزانے بھی ہمارے قدموں میں ہوں گے۔ لیکن اِن انعامات کی بارش رب کے ساتھ خلوص و اخلاص اور وفاداری کے امتحانات سے گزرنے کے بعد ہوگی۔ سنئے اقبال کی بات ؎

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رُخِ دوست
زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے

آخر میں اُن دو آیات کے حوالے سے ایک نکتہ عرض ہے جن کی ابتدا میں میں نے تلاوت کی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج کے دور میں ان آیات کے کامل مصداق طالبان افغانستان ہیں۔ یہ دونوں آیات سورۂ آل عمران کی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (آل عمران:139)

''اور (دیکھو) بے دل نہ ہونا اور نہ کسی طرح کا غم کرنا اگر تم مومن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔''

اِس آیت میں بتا دیا کہ بالآخر غلبہ و سربلندی صرف اہل اسلام کا مقدر بنے گی۔ لیکن یہ غلبہ یونہی حاصل نہیں ہوجائے گا، بلکہ اس کے لیے حقیقی ایمان شرط لازم ہے، جس کے عملی تقاضوں کو لازماً پورا کرنا ہوگا۔ ایمان و یقین کے اسلحہ کے بغیر، اور اللہ کے ساتھ اور اس کے دین کی وفاداری کا عملی ثبوت پیش کیے بغیر اہل اسلام چاہے دنیا بھر کے وسائل و اسباب جمع کرلیں، عزت و کامرانی اور سربلندی کی منزل تک نہ پہنچ سکیں گے۔ ذلت و رسوائی اُن سے چمٹی رہے گی۔ جیسا کہ اس وقت بحیثیت مجموعی ہم مسلمانوں کا حال ہے۔ ہم ایٹمی صلاحیت رکھتے ہوئے بھی ذلت و خواری کے پست ترین مقام پر کھڑے ہیں اور مٹھی بھر طالبانِ افغانستان جو ہر قسم کے وسائل سے تہی دست تھے۔ گویا تعداد اور مادی وسائل ہر دو اعتبارات سے دنیا کی کمزور ترین جمعیت تھے، جبکہ مقابلے میں پورا عالم کفر جس میں دنیا کی واحد سپریم پاور امریکہ کے ساتھ نیٹو ممالک بھی شریک تھے، اپنی ہوشربا جنگی صلاحیتوں سے مالا مال ہوکر اُن پر چڑھ دوڑے۔ یہی نہیں تمام مسلمان ممالک بھی طاغوت کی اس جنگ میں طاغوتی قوتوں کے پشت پناہ تھے اور بالخصوص پاکستان نے تو فرنٹ لائن اتحادی کا کردار ادا کرتے ہوئے طالبانِ افغانستان کی کمر میں خنجر گھونپنے کا اعزاز بھی حاصل کیا، لیکن آج دس سال کے بعد بھی دنیا کی یہ ساری طاقتیں مل کر بھی اُن مٹھی بھر افراد کو زیر نہیں کرسکیں۔

یہی بات ہے جو سورۃ آل عمران کی ایک دوسری آیت میں بڑے واشگاف انداز میں بیان ہوئی:

﴿اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ۭ﴾

''اے مسلمانو! اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی (بڑی سے بڑی) قوت بھی تم پر غالب نہیں آسکتی۔ اور اگر وہ (تمہاری بداعمالیوں کے سبب) تمہاری مدد سے ہاتھ کھینچ لے تو ایسا کون ہوگا جو اس (رب) کے بعد تمہاری مدد کرسکے۔''

اس آیت کے دوسرے حصے کا مصداق ہم مسلمانانِ پاکستان ہیں جو اللہ کی مدد سے محروم ہیں اور امریکہ کے سامنے سرنگوں ہیں۔

کیا ہمارے لیے تاریخ انسانی کے اس انتہائی محیر العقول واقعے میں جس کے ہم خود چشم دید گواہ ہیں، کوئی سبق نہیں ہے؟ آج امریکہ طالبان سے مذاکرات کی بھیک مانگنے پر مجبور ہے اور ساری دنیا کہہ رہی ہے کہ امریکہ اور نیٹو افواج کو نہتے طالبان کے ہاتھوں شکست کا سامنا ہے — اور وہی امریکہ جس کو خدا کا درجہ دے کر اس کی خاطر ہم نے اپنے تمام ملی و ملکی مفادات کی قربانی دی، آج ہمیں ذلیل کرنے اور اپنی ناکامی کا ملبہ بھی ہمارے سر پر ڈالنے پر تلا ہوا ہے، حالانکہ ہم ایٹمی صلاحیت کے حامل بھی ہیں اور دنیا کی نہایت تربیت یافتہ لاکھوں کی افواج بھی رکھتے ہیں، گویا ثابت ہوگیا کہ ؎

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

اور

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

میں اپنی گفتگو کا اختتام علامہ اقبال کے اُس شعر پر کروں گا جو جواب شکوہ کا آخری شعر ہے۔ یہ شعر ساری بات کا خلاصہ اور نچوڑ اور طلبہ کے لیے پیغام عمل ہے ؎

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

محمد رسول اللہ ﷺ سے یہ وفا ہر پہلو میں مطلوب ہے۔ ہمارا مشن بھی مشنِ نبویؐ ہو، ہماری سوچ بھی وہی ہو، ہمارا کردار بھی وہی ہو اور ہم غلبۂ دین حق کے لیے طریق کار بھی وہی اپنائیں جو آپؐ کی سیرت طیبہ سے ہمارے سامنے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین حق کے قیام اور شریعت کے نفاذ کے ذریعے پاکستان کی تعمیر کی توفیق عطا فرمائے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ہم اس ملک کی اس طور سے تعمیر کرنے میں کامیاب ہوگئے تو یہ نہ صرف مضبوط و مستحکم ہوگا بلکہ مصائب و آلام میں گھری اور دجالیت کے نرغے میں گرفتار دنیا کے لیے عہد نو کی امید بھی بنے گا۔

الحمدللہ! الحمدللہ! الحمدللہ!

انجینئر نوید احمد

الحمدللہ! تنظیم اسلامی اپنے قیام کے 36 برس مکمل کر چکی ہے۔ اِس قسم کی جماعت کا بغیر کسی بحران کے اتنے طویل عرصہ سے قائم و منظم رہنا بلاشبہ اللہ کے فضل و کرم کا خصوصی مظہر ہے۔ یہ وہ جماعت ہے جو کسی عصبیت یا مسلک کی بنیاد پر قائم نہیں کی گئی۔ یہ وہ جماعت ہے جو محدود روایتی مذہبی تصورات کی نفی کر کے عوام الناس کی اکثریت کے توہمات ساتھ ایک فکری کشمکش کرتی آئی ہے۔ اس جماعت میں شامل رفقاء کے لیے دنیوی امنگیں پوری کرنے کا کوئی امکان ہے، نہ جماعت کے اندر کسی نمود و نمائش یا حسبِ خواہش منصب حاصل کرنے کی صورت ہے اور نہ ہی انتخابی سیاست میں شامل ہو کر کوئی حکومتی عہدہ حاصل کرنے کا امکان ہے۔ اس سب کے باوجود ایک خالص نظریے کی بنیاد پر جماعت کا نہ صرف قائم رہنا بلکہ قدرے دھیمے لیکن تسلسل (slow but steady) کے ساتھ وسعت پذیر ہونا اور نہ صرف پاکستان کے طول و عرض بلکہ بیرون پاکستان بھی منظم تنظیمی نیٹ ورک قائم کرنا بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔

الحمدللہ! تنظیم اسلامی کی اساس ایک ایسے مرد درویش نے رکھی جو اپنا دامن تمام دنیوی آلائشوں سے پاک رکھتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔ اُس کے وصال پر اُس سے نظریاتی اختلاف رکھنے والوں نے بھی تسلیم کیا کہ اُس کے قول و فعل میں تضاد نہ تھا۔ اُسے دنیا بنانے کی کئی صلاحیتیں حاصل تھیں اور اس کے لیے اُسے کئی مواقع بھی ملے لیکن اُس نے ثابت کیا کہ ؎

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

حق گوئی و بے باکی اُس جواں مرد کا آئین تھا اور اس حوالے سے اُس نے کبھی کسی مصلحت کو رکاوٹ نہ بننے دیا۔ اُس سے اپنے بھی خفا ہوئے اور بیگانے بھی ناخوش ہوئے لیکن اُس نے کبھی زہر ہلاہل کو قند نہ کہا۔ مختلف شخصیات اور تصورات کے حوالے سے کسی انتہا سے ہٹ کر معتدل رائے رکھنا اُس کا وصفِ خاص تھا۔ قرآن و سنت کی روشنی میں حالاتِ حاضرہ کا تجزیہ کرنے کا فہم اُس کی خداداد صلاحیت تھی۔ قرآنِ حکیم کی آیات کی حالات حاضرہ کے حوالے سے ایسی تاویل عام بیان کی کہ مخاطبین کو قرآن حکیم کی اِس شان پر اطمینانِ قلبی حاصل ہو گیا کہ فِیۡهِ خَبَرُ مَا بَعۡدَکُم۔ اللہ اُس عظیم انسان کی قبر کو نور سے منور و معطر فرمائے۔ آمین!

الحمدللہ! بانی تنظیم نے اپنی زندگی میں ہی امارت کا منصب اگلی نسل کو منتقل کر دیا اور تمام معاملات اپنی تیار کردہ ٹیم کے حوالے اس طرح کر دیے کہ ان کی وفات پر جماعتی و تحریکی سرگرمیوں کے لیے کوئی خلا محسوس نہ ہوا۔

الحمدللہ! تنظیم اسلامی نے قرار دادِ تاسیس کے ذریعہ اپنے قیام کے جو مقاصد طے کیے تھے، اُن سے سرِ مو انحراف نہ کیا۔ بانی تنظیم اور ان کے بعد موجودہ امیر تنظیم نے تربیتی کورسز میں بار بار قرار دادِ تاسیس کا مطالعہ کرا کر اصل مقاصد کو رفقاء کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیا۔ اس کے برعکس کئی جماعتوں کی مثال سامنے ہے کہ جن مقاصد سے کام کا آغاز کیا تھا، وقتی مسائل میں الجھ کر اُن سے غافل ہو گئے اور وقت کے دریاؤں کی موجوں پر سفر کرتے ہوئے کہیں اور ہی نکل گئے۔

الحمدللہ! تنظیم اسلامی سلف صالحین کی دینی فکر کو نہ صرف زندہ رکھنے بلکہ اُسے آیاتِ قرآنیہ اور سیرت نبوی ﷺ سے مزید مؤکد کرنے کی گراں قدر خدمت انجام دے رہی ہے۔ مزید یہ کہ اِس فکر سے انحراف کی مختلف صورتوں کو بھی بے نقاب کر رہی ہے بلکہ اِس کا مدلل رد بھی پیش کر رہی ہے۔ بانی تنظیم نے بار بار اپنے رفقاء کو اس ذمہ داری کا احساس دلایا کہ وہ برعظیم میں چار سو سال سے جاری دینی مساعی کے وارث اور امین ہیں۔ اِس ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے ضروری ہے کہ وہ غلبۂ دین کی جدوجہد کو اپنی اولین ترجیح بنائیں اور اس کے لیے جان اور مال کی ہر ممکن قربانی پیش کرنے کو اپنے لیے سعادت سمجھیں۔

الحمدللہ! غلبۂ دین کی جدوجہد کے لیے نبی اکرم ﷺ کے مبارک اُسوہ سے ایک جامع طریقۂ کار ''منہج انقلاب نبوی ﷺ'' کے عنوان سے واضح کیا اور بڑی استقامت سے اس پر گامزن رہنے کی مثال قائم کی۔ کئی بار وقتی سیاسی ہنگاموں میں اُلجھنے کے مواقع آئے اور عجلت پسندی کے بھی، دباؤ کے خطرات نے گھیرا لیکن تنظیم نے اپنے اختیار کردہ مسنون طریقۂ کار سے انحراف کی کسی صورت کو قبول نہ کیا۔

الحمدللہ! تنظیم اسلامی نے سمع و طاعت کی مسنون اساس پر اپنی بنیاد رکھ کر بیعتِ جہاد کی ایک سنت کو تازہ کیا۔ یہ اسی سنت کی برکات ہیں کہ تنظیم کسی داخلی بحران کا شکار ہوئے بغیر، عدم مشاورت کی گھٹن سے پاک، ایک خوشگوار فضا میں ایک مضبوط نظم کے تحت اپنی سرگرمیوں کو وسعت دے رہی ہے۔

الحمدللہ! تنظیم اسلامی نے علمی و تحریکی کام کو ایک توازن کے ساتھ جاری رکھا۔ ماضی میں مثالیں موجود ہیں کہ علمی کام تحریکی سرگرمیوں کی بھینٹ چڑھ گیا یا علمی کام پر اس قدر توجہ مرکوز ہوئی کہ معاشرے سے فساد کے خاتمہ کے لیے میدان میں آنے اور ظلم و بدی کے خلاف آواز اٹھانے کا فریضہ ہی فراموش کر دیا گیا۔ آج ایک طرف تنظیم اسلامی کے رفقاء، انجمن خدام القرآن کے پلیٹ فارم سے تدریسی، تصنیفی، تبلیغی کام کر رہے ہیں اور گراں قدر علمی مواد کی تیاری میں حصہ لے رہے ہیں اور دوسری طرف تنظیم کے رفقاء ہی مذکورہ بالا علمی کاموں سے تربیت پا کر معاشرے میں بے یقینی، برائی اور ظلم کے خلاف منظم تحریک برپا کیے ہوئے ہیں۔

الحمدللہ! تنظیم اسلامی نے زوالِ امت کے بنیادی سبب قرآن سے دوری کو عوام الناس پر شد و مد سے واضح کیا۔ رجوع الی القرآن کی دعوت کو ایک بھرپور تحریک کی صورت دی۔ تاریخ اسلامی میں کئی ایسے

مشاہیر گزرے ہیں جنہوں نے اپنے منفرد اسلوب سے فکرِ قرآنی کو عام کیا اور لوگوں کی بڑی تعداد کے قلوب واذہان کو متاثر کیا۔ البتہ اُن کا اسلوبِ بیانِ قرآن اُن کے ساتھ ہی رخصت ہوگیا اور بعد میں اُسے جاری رکھنے والے موجود نہیں تھے۔ بانیٔ تنظیم اسلامی اس اعتبار سے انتہائی خوش قسمت ثابت ہوئے کہ اُن کی زندگی ہی میں ایسے سینکڑوں شاگرد تیار ہوگئے جو ان کے ایجاد کردہ اسلوب سے مضامینِ قرآن کو بیان کرنے کی سعادت حاصل کرنے لگے۔ یہ مدرسین قرآن دروسِ قرآن اور خاص طور پر رمضان المبارک میں دورۂ ترجمہ قرآن کے ذریعہ وسیع پیمانے پر لوگوں کو قرآن کے حقوق ادا کرنے کی طرف راغب کررہے ہیں۔

الحمد للہ! اِن سطور کا راقم گزشتہ 25 برس سے تنظیم اسلامی کا رفیق ہے۔ تنظیم اسلامی کی مذکورہ بالا کاوشوں کا تصور کرکے اِسے ایک عجیب سا باطنی سرور محسوس ہوتا ہے اور قلب کی گہرائیوں سے یہ دعا ایک چشمہ کی طرح پھوٹتی ہے کہ

﴿رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ط اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (15)﴾ (الاحقاف)

''اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے کہ تو نے جو احسان مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں ان کا شکر گزار ہوں اور یہ کہ نیک عمل کروں جن کو تو پسند کرے۔ اور میرے لیے میری اولاد میں اصلاح (وتقویٰ) دے۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں۔''

رفقائے تنظیم کو تہہ دل سے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اُس نے دینی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے مذکورہ بالا محاسن سے مزین تنظیم اسلامی کا پلیٹ فارم عطا کیا ہے۔ اس شکر کا تقاضا ہے کہ وہ زیادہ تندہی سے اپنی دینی فکر کو یاد رکھنے کی کوشش کریں اور تنظیم کے طے شدہ اصولوں اور طریقۂ کار کو ملحوظ رکھتے ہوئے تن من دھن کے ساتھ غلبۂ دین کے مشن کو آگے بڑھائیں اِس لیے کہ

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

⁂

رفیقِ تنظیم اور فکری رسوخ

اویس پاشا قرنی

کوئی شک نہیں کہ فکر و عمل کے مابین جو تناسب پایا جانا چاہیے اُس میں سے مقدم و مؤخر ہونے کی نسبت سے فکر کو عمل پر تقدم حاصل ہے۔ یہی نسبت ہے جو عقائد و اعمال کے مابین پائی جاتی ہے اور اسی کی جانب امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ''العلم قبل القول والعمل'' کے عنوان سے باب قائم کرکے اشارہ کیا ہے۔ تحریکات اسلامیہ میں بھی تحریکی فکر اور تحریکی عمل کے مابین یہی تناسب ہونا چاہیے۔ ہر تحریک کی بنیاد کسی تحریکی فکر و استدلال پر ہوتی ہے اور اُس تحریک کے قائم کرنے والے کسی نہ کسی امتیازی فکر پر اُس کی بنیاد رکھا کرتے ہیں۔ دوسری جانب یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ فکر و عمل کے مابین تناسب میں خلل پیدا ہو ہی جاتا ہے۔ چونکہ ابتدائی دور میں وابستہ ہونے والے افراد کے لئے واحد کشش اور محرک وہ مخصوص امتیازی فکر ہی ہوا کرتا ہے، تحریکی عمل تو بعد میں اُس فکر کے نتیجے میں چھوٹے یا بڑے پیمانے پر وقوع پذیر ہوتا ہے۔ لہٰذا ابتدائی وابستگانِ تحریک میں فکری رسوخ اور پختگی بنسبت ''آخرین'' کے زیادہ پائی جاتی ہے۔ بعد کو آنے والے افراد کے لئے اور بھی کئی محرکات دستیاب ہوتے ہیں جیسے تحریکی عمل کی وسعت، ہمہ گیریت، کثرت تعداد، کسی شعلہ بیان مقرر کا خطاب، کسی پرسوز واعظ کا وعظ یا کسی مخلص ساتھی کا اخلاص وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ ان محرکات میں سے کوئی بھی ناپسندیدہ نہیں ہیں اور نہ ایسا ہوتا ہے کہ اولین کو ان میں سے کوئی حصہ نہ ملا ہو بلکہ ہم یہاں نسبت وتناسب پر بات کررہے ہیں۔ یہ بھی حقیقت اور مشاہدے کی بات ہے کہ بہت سے بعد کو آنے والے بہت سے پہلے والوں کی نسبت زیادہ پختہ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر پائیدار تحریکی عمل کے پیچھے ایک مضبوط اور مستحکم فکر کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے، ایسا فکری رسوخ کہ اُس تحریک کے رفقاء ہر نئے رجحان اور دائیں بائیں کی باتوں سے متاثر ہوکر اپنی منزل کھوٹی نہ کرلیں بلکہ ہر دم اپنے تحریکی عمل کا محاسبہ کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں اور ہر نئی بات پر ناقدانہ نگاہ ڈال کر اُس کا تجزیہ کرتے ہوئے صحت وسقم کا فیصلہ کرسکتے ہوں۔ یہ فکری رسوخ ہر تحریک کی ایک ناگزیر ضرورت ہے، تاکہ وہ تحریک صحیح رخ پر اپنی متعین کردہ منزل کی جانب محوِ سفر رہے۔ خاص طور پر جبکہ وہ تحریکی فکر ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہورہا ہو۔

یہ تو کچھ اصولی باتیں تھی اب آیئے، ہماری تحریک یعنی تنظیم اسلامی پر نگاہ ڈالتے ہیں۔ یہ بات اکثر دیکھنے میں آئی اور آج کل اس کا کچھ شدت کے ساتھ احساس ہوتا ہے کہ کچھ سال قبل تک ہمارے ہر مقامی نظم میں ایسے رفقاء موجود ہوتے تھے جن کا تحریکی فکر بڑا مستحکم اور مدلل ہوا کرتا تھا۔ وہ جب غیر رسمی گفتگو کرتے یا کسی دوسرے فکر کے حامل فرد سے دعوت کے دوران بات کرتے تو خوب اعتماد اور گہرائی کے ساتھ اپنا تاثر قائم کرتے تھے۔ جبکہ موجودہ خوش آئند اور روز افزوں تنظیمی وسعت کے نتیجہ میں ایسے رفقاء کا تناسب کم ہوتا جارہا ہے۔ سینئر رفقاء میں سے اکثر ایسے ہیں جنہوں نے بانیٔ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا تمام لٹریچر پڑھ اور سن رکھا ہے یہی نہیں انہوں نے جماعت اسلامی کا لٹریچر اور خصوصاً مولانا محترم سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے تمام کام کا مطالعہ گہرائی کے ساتھ کر رکھا ہے اور ساتھ ہی بار بار دورۂ ترجمہ قرآن اور دروس قرآن وغیرہ کی محافل میں شرکت سے اور اپنے ذاتی مطالعے کی وسعت سے علم دین میں بھی کچھ نہ کچھ استعداد رکھتے ہیں۔ جبکہ آج حال یہ ہے کہ اکثر رفقاء انٹرنیٹ یا TV کے ذریعے ہماری دعوت سے یا کسی مدرس کے انداز بیان سے متاثر ہوکر

تنظیم میں شامل ہو جاتے ہیں۔ فکر تنظیم سے آگاہی اور اسے جذب کرنے کے لیے نہ تو ہمارے لٹریچر کو پڑھا ہوتا ہے اور نہ ہی تنظیم میں شامل ہونے کے بعد مطالعے کی جانب راغب ہوتے ہیں۔ نئی نسل کا کتاب اور مطالعے سے جو بُعد واقع ہو چکا ہے، یہ ایک سنگین مسئلہ ہے۔ قرآن حکیم نے تو غور و فکر، فکری رسوخ اور اُس کی پختگی کی جانب خوب خوب اشارے کیے ہیں۔ مثلاً! ﴿لَوۡ كُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ نَعۡقِلُ مَا كُنَّا فِىۡۤ اَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ﴾ (الملک:10) اور ﴿اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَذِكۡرٰى لِمَنۡ كَانَ لَهٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَى السَّمۡعَ وَهُوَ شَهِيۡدٌ﴾ (ق:37) اور ﴿اَنۡ تَقُوۡمُوۡا لِلّٰهِ مَثۡنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوۡا﴾ (سبا:46) اور ﴿وَلَا تَقۡفُ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۤئِكَ كَانَ عَنۡهُ مَسۡئُوۡلًا﴾ (بنی اسرائیل:36)

قابل غور بات یہ ہے کہ آج ہم میں سے کتنے رفقاء ایسے ہیں جنہوں نے بانی محترمؒ کے علیحدہ علیحدہ سورتوں پر تفصیلی درس قرآن سن رکھے ہیں یا محترم ڈاکٹر صاحبؒ نے اپنی جو تحریریں خود پڑھائی ہیں اُن کے ویڈیوز دیکھے یا آڈیوز سنے ہیں۔ کتنے ہیں جنہوں نے نظریاتی ریفریشر کورس کی ریکارڈنگ سے استفادہ کیا ہے؟ ہمارے اندازے میں بہت کم رفقاء ایسے ہیں جنہوں نے بانی محترمؒ کا لٹریچر بالاستیعاب پڑھ رکھا ہے۔

یہ بھی ایک عجیب صورتحال ہے کہ آج کل اکثر رفقاء کی دلچسپی چند بنیادی موضوعات ہی سے ہوتی ہے، وہی اُنہیں یاد ہوتے ہیں اور اُنہی کی دعوت دے کر سمجھتے ہیں کہ ہم نے تحریکی فکر کو سمجھ لیا ہے۔ جیسے دین کا ہمہ گیر تصور، ایمان اور اسلام میں تناسب، فرائض دینی کا جامع تصور، رسول انقلاب کا طریق انقلاب اور التزام جماعت و بیعت کی اہمیت وغیرہ۔ پھر مزید المیہ یہ ہے کہ ان موضوعات کو بھی اکثر رفقاء نے ''صاحب فکر'' یعنی بانی محترمؒ کی زبانی نہیں سنا ہوتا یا اُن کی کتابوں سے نہیں پڑھا ہوتا بلکہ کسی دوسرے مدرس کی زبان سے سن کر سمجھتے ہیں کہ یہ موضوعات ہماری فکر کا حصہ بن گئے ہیں جبکہ یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جو تاثر اور گہرائی بانی محترمؒ کو اللہ رب العزت نے عطا فرمائی تھی وہ اپنی نوعیت میں منفرد ہے۔

ہر حسن سادہ لوح نہ دل میں اتر سکا
کچھ تو مزاجِ یار میں گہرائیاں بھی ہوں

اور

وہ تو وہ ہے تمہیں ہو جائے گی الفت مجھ سے
اک نظر تم مرا محبوبِ نظر تو دیکھو!!

نتیجتاً آج ہم رفقاء کو اس سطحی کیفیت کے ساتھ جب دعوت کے دوران کسی مضبوط مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو یا تو ہم بتاشے کی طرح بیٹھ جاتے ہیں یا ہمیں ''فکری اشکالات'' یا اُس سے آگے بڑھ کر ''فکری اختلافات'' کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ فکر جس شے کا نام ہے وہ ابھی ہم نے پڑھی ہی نہیں!!

ان باتوں سے پیش نظر کسی پر تنقید نہیں، بلکہ رفقاء کو خود احتسابی کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے جو ہم سب کی ہر آن ضرورت ہے۔ اب بتایئے، کتنے رفقاء ایسے ہیں جنہوں نے بانی محترمؒ کے عمرانی فکر کا جو منہج انقلاب کی اساس میں کارفرما ہے، مطالعہ کیا ہے اور کتنے ایسے ہیں جنہیں حکمت و فلسفہ دین پر مبنی بانی محترمؒ کے انتہائی وقیع علمی کام اور مستقبل کے سرمائے سے دلچسپی ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ تنظیم اسلامی کی اساس ''مسائل حکمت'' پر ہے مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی شخصیت کا تمام فکر ایک وحدت کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایسا قاری جو ایک گوشے سے تو واقف ہو مگر دیگر گوشوں سے نابلد ہو وہ پہلے گوشے میں بھی کبھی گہرائی کا حامل نہیں ہو سکتا۔ ہماری ناقص رائے میں یہ ایک المیہ سے کم نہیں کہ آج ہم رفقاء اسلام کی نشاۃ ثانیہ، عقل و نقل کی کشمکش، احیائی عمل کے گوشے، برعظیم پاک و ہند میں اسلام کی آمد، تفسیر کے مکاتب فکر، زندگی موت اور انسان، سابقہ اور موجودہ امتوں کا ماضی، حال اور مستقبل، جماعت اسلامی ایک تحقیقی مطالعہ، اسلام کا انقلابی فکر اور اس سے انحراف کی راہیں، اور اس جیسے کئی موضوعات سے دلچسپی نہیں رکھتے یا زبان و بیان اور طرز تحریر کی صعوبتوں کا گلہ کر کے اپنا دامن بچا لیتے ہیں حالانکہ غلبۂ دین جیسے مشکل چیلنج کے لئے مصروف عمل افراد کو یہ عذر لنگ کسی طور زیب نہیں دیتا۔

اللہ کرے کہ ہم تحریکی فکر میں رسوخ جیسی اہم ذمہ داری کی جانب متوجہ ہوں اور خدانخواستہ اُس کیفیت کا شکار ہوں کہ ؏ رہوار یقین ما در صحرائے گماں گم شد۔ وما توفیقنا الا باللہ

راہِ حق کے مسافر

ملک نصر اللہ عزیز

یہ عاجز، یہ خاطی، گنہ گار بندے	یہ تیری رضا کے طلبگار بندے
یہ سارے خداؤں سے بیزار بندے	فقط ایک تیرے پرستار بندے
خداؤں کے باغی! زمانے سے سرکش!	تیرے سوا سب سے بیزار بندے
ترے دین حق کی حمایت کے مجرم	یہ ہر اک سزا کے سزاوار بندے
یہ پابند حق اور باطل کے منکر!	یہ مجبور بندے! یہ مختار بندے!
یہ دنیا سے غافل! یہ عقبیٰ کے طالب!	یہ نادان بندے! یہ ہشیار بندے!
یہ باطل کی خدمت کے نااہل یکسر	یہ شیطاں کے نزدیک بیکار بندے!
ترے دیں کو قائم یہ کرنے اٹھے ہیں	تری نصرتوں کے طلبگار بندے

در فوز و نصرت کو پھر باز فرما!
ان اسلامیوں کو سرافراز فرما!

فقط تجھ سے عہد وفا کرنے والے	ترے دین ہی کو بپا کرنے والے
ترے دین حق کی شہادت کے مجرم	اور اس جرم کو برملا کرنے والے
محمدؐ کی رحمت کے یہ خوشہ چیں ہیں	عدو کے بھی حق میں دعا کرنے والے

ہمیں غلبۂ حق سے مسرور فرما!
ہمیں حق سے اے آشنا کرنے والے

تنظیم اسلامی کی اساسی دعوت، نظریات اور طریق کار

ایک جائزہ

ابو اکرام

رسول کریم ﷺ کو جو خصوصی مشن دیا گیا، وہ غلبہ واشاعت دین کا مشن تھا۔ یہ بات قرآن حکیم میں تین مقامات پر بایں الفاظ آئی ہے (ترجمہ) ''وہی ہے اللہ جس نے بھیجا اپنے رسول کو الہدیٰ اور دین حق دے کر تاکہ وہ اُسے تمام ادیان، (نظامہائے زندگی) پر غالب کردیں۔'' (التوبہ:33، الفتح:29، الصف:9) آپؐ نے 23 سال کی پُر مشقت جدوجہد کے ذریعے دین کو جزیرہ نما عرب میں غالب فرما دیا۔ امت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام ہونے کے ناتے یہ کام اب اس امت کی ذمہ داری ہے۔ یہ امت زمین پر اللہ کی نمائندہ اُمت ہے۔ چنانچہ آپؐ کے جلیل القدر صحابہؓ نے بھی اس مشن کے لیے بھرپور جدوجہد کی۔ انہوں نے نہ صرف آپؐ کی حیات طیبہ کے دوران اپنی جان، مال اور اوقات اِس کام کے لیے لگائے، بلکہ آپؐ کے وصال کے بعد بھی اقامت دین کے لیے عظیم جہاد کیا۔ نتیجتاً اللہ کا یہ دین دنیا کے ایک بڑے حصے پر غالب ہوا۔ اب رہتی دنیا تک یہ کام امت کو کرنا ہے، تاکہ اللہ کی زمین قانونِ الٰہی کی کرنوں سے منور ہو، اور نوع انسانی نظام ہائے باطلہ کی تیرگی سے نجات پائے۔

وطن عزیز میں اسلام کے غلبے کے لیے بہت سی جماعتیں کوشاں ہیں۔ تنظیم اسلامی کی انفرادیت یہ ہے کہ یہ معروف معنی میں سیاسی جماعت ہے، نہ مذہبی فرقہ، بلکہ ایک اصولی، اسلامی، انقلابی جماعت ہے جو پہلے پاکستان میں اور بالآخر کل روئے زمین پر اللہ کے دین کے غلبے، یعنی اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام، یا دوسرے لفظوں میں ''اسلامی انقلاب'' اور اس کے نتیجے میں ''نظام خلافت علیٰ منہاج النبوت'' کے قیام کے لئے سرگرم عمل ہے۔

انفرادی سطح پر تنظیم میں شامل ہر ساتھی کا اصل نصب العین صرف رضائے الٰہی اور نجات اُخروی کا حصول ہے۔

تنظیم اسلامی شخصی بیعت کے مسنون و ماثور اصول پر قائم کی گئی ہے۔ تنظیم کے بانی ڈاکٹر اسرار احمد ؒ ہیں جنہیں تنظیم اسلامی کے قیام 1975ء سے 2002ء تک اس کے داعی، موسس اور تاحیات امیر کی حیثیت حاصل رہی۔ تاآنکہ 2002ء میں انہوں نے تنظیم کی امارت سے سبکدوشی اختیار کرلی' اور تنظیم اسلامی کے دستور کے مطابق نامزد شدہ نائب امیر، جناب حافظ عاکف سعید نے تنظیم کی امارت کی ذمہ داری سنبھالی اور اب اُن کو تنظیم اسلامی کے امیر کی حیثیت حاصل ہے۔

اساسی دعوت

تنظیم اسلامی کی اساسی دعوت تین بنیادی نکات پر مبنی ہے جو درج ذیل ہیں:

(i) تجدید ایمان

(ii) توبہ ' اور

(iii) تجدید عہد

تنظیم میں شمولیت جس عہد نامے کے ذریعے ہوتی ہے اس میں بھی ان ہی تین اُمور کا ذکر ہے، یعنی پہلی چیز کلمہ شہادت کی ادائیگی ہے۔ یہ جو گویا تجدید ایمان کے مترادف ہے۔ دوسری توبہ اور استغفار ہے، اور تیسری اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کہ میں ہر اس چیز کو ترک کردوں گا جو اسے ناپسند ہے، اور اس کی راہ میں امکان بھر اپنا مال بھی صرف کروں گا اور بدنی قوتیں اور صلاحیتیں بھی کھپاؤں گا۔

عقائد اور بنیادی دینی تصورات

تنظیم اسلامی کے بنیادی دینی تصورات وعقائد اہل سنت والجماعت کے مطابق ہیں۔ یہ ''تعارف تنظیم اسلامی'' نامی کتابچے کے حصہ دوم میں شامل ہیں۔ اس بحث کی چھ شقیں ہیں، جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔:

اس کی پہلی شق (ا) ایمان مجمل اور ایمان مفصل کی تشریح پر مشتمل ہے۔ اس میں اہل سنت کے عقائد کو اختصار لیکن جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

دوسری شق (ب) میں کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کی تشریح کے ضمن میں اللہ کی توحید اور محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے اقرار کے فکری وعملی تقاضوں کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی اس امر کی بھی وضاحت کردی گئی ہے کہ ہمارے نزدیک خلافت راشدہ چونکہ اصلاً خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی حیثیت رکھتی ہے، لہٰذا اس کے دوران جن اُمور پر امت کا اجماع ہوگیا' انہیں دین کے دستوری اور قانونی نظام میں حجت کی حیثیت حاصل ہے۔ اسی طرح یہ بھی واضح کردیا گیا ہے کہ ہمارے نزدیک عظمت صحابہؓ اور حجیتِ خلافت راشدہ کو نبی اکرم ﷺ کی رسالت مبارکہ کے ساتھ تتمے اور ضمیمے کی حیثیت حاصل ہے۔

تیسری شق (ج) ہر قسم کے کفر اور جملہ انواع و اقسام شرک اور تمام رذائل وذمائم اخلاق سے شعوری طور پر اعلان برات پر مشتمل ہے۔ اس ضمن میں کفر شرک کی حقیقت کو واضح کیا گیا۔

چوتھی شق (د) میں ایک رفیق تنظیم کو دعوت توبہ دیتے ہوئے کہا گیا کہ سابقہ زندگی کے تمام گناہوں پر نہایت الحاح وزاری سے بارگاہ خداوندی میں مغفرت کا طلب گار رہو اور آئندہ کے لیے کامل خلوص واخلاص کے ساتھ توبہ کرے۔ اِس میں فرائض و واجباتِ دینی اور محرمات ومنہیاتِ شرعی کا اجمالی تذکرہ بھی ہوگیا ہے۔

پانچویں شق ایک مسلمان کے اصل نصب العین کو واضح کرتی ہے۔ اِس میں کہا گیا ہے کہ وہ گہرے احساس ذمہ داری کے ساتھ یہ اعلان کرے کہ وہ ہر طرف سے یکسو ہو کر صرف اللہ کا ہو کر رہے گا۔ رضائے الٰہی اور نجات اُخروی اُس کا نصب العین ہوگا۔ اُس کے جسم و جان اور مال ومتاع حتیٰ کہ زندگی اور موت سب اللہ کے لیے ہوں گے۔ یہ گویا اللہ تعالیٰ سے عہد ومعاہدہ ہے۔

چھٹی شق (ر) اطاعت امیر اور نظم کی پابندی سے متعلق ہے۔ اِس کی رو سے تنظیم میں شامل شخص نظم تنظیم کی پابندی کا عہد کرتا ہے کہ میں امیر تنظیم اسلامی کے ایسے تمام احکام کی جو شریعت کی کسی واضح نص کے خلاف نہ ہوں ''سمع و طاعت'' کی اسلامی روح کے مطابق اطاعت کروں گا۔

نظامِ بیعت

تنظیم اسلامی کا نظم جماعت دوسری دینی وسیاسی جماعتوں کی طرح نہیں۔ یہ بیعت کی مسنون بنیاد پر استوار ہے۔ نظام بیعت میں باہمی مشاورت کا نہایت وسیع اور جامع نظام ترتیب دیا گیا ہے جو موجودہ جمہوری نظام سے بھی وسیع تر اور مؤثر ہے۔ البتہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ جمہوریت میں فیصلہ کثرت تعداد کی بنیاد پر کیا جاتا ہے جبکہ نظام بیعت میں اظہار رائے اور کھلی بحث و تمحیص کے بعد آخری فیصلہ صاحب امر (یعنی امیر جماعت) کی صوابدید پر چھوڑ دیا جاتا ہے، جو کثرت تعداد کی بجائے اصحاب الرائے کے مشوروں کی اصابت کو پیش نظر رکھ کر آخری فیصلہ کرتا ہے۔ گویا نظام بیعت میں اصول قرآنی ﴿وَاَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ﴾ (الشوریٰ: 38) "اور ان (مسلمانوں) کے باہمی معاملات مشورے کے ذریعے طے ہوتے ہیں" کی بالفعل تعمیل اِس حکم قرآنی کے مطابق ہوتی ہے کہ ﴿وَشَاوِرۡهُمۡ فِى الۡاَمۡرِ‌ۚ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ‌ؕ﴾ (آل عمران:159) "اور تم (اہم معاملات میں) ان (مسلمانوں) سے مشورہ کیا کرو، پس جب تم (مشوروں کی روشنی میں) کوئی فیصلہ کرلو تو پھر اللہ پر توکل کرو۔"

اساسی نظریات

تنظیم کے اساسی نظریات اور بنیادی دینی تصورات کو مختصراً یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ اسلام ایک مکمل دین ہے، محدود معنوں میں مذہب نہیں۔ اس میں نہ صرف انفرادی زندگی بلکہ اجتماعی زندگی کے بارے میں بھی تفصیلی احکامات دیئے گئے ہیں۔ واضح رہے کہ انفرادی زندگی کے تین نمایاں گوشے ہیں۔ عقائد' عبادات کے طور طریقے' پیدائش، شادی بیاہ اور وفات سے متعلق معاشرتی رسومات جبکہ اجتماعی زندگی کے نمایاں گوشوں میں سماجی نظام، معاشی نظام اور سیاسی نظام شامل ہیں۔

اسلام کا مزاج ہی یہ ہے کہ وہ اپنا غلبہ چاہتا ہے۔ لہٰذا جہاں انفرادی زندگی میں احکامات اسلامی پر عمل کرنا ضروری ہے' وہیں اجتماعی زندگی میں بھی احکامات اسلامی کا نفاذ لازم ہے۔ اسی کا نام اقامت دین ہے۔ اقامت دین کی جدوجہد میں شرکت بھی بنیادی دینی فرائض میں شامل ہے۔ یعنی اگر کسی خطۂ زمین میں دین غالب نہ ہو تو اسے قائم اور نافذ کرنے کے لئے جدوجہد کرنا ہر مسلمان کا لازمی دینی فریضہ ہے۔ ظاہر ہے یہ کام فرد اکیلا نہیں کرسکتا اس کام کے لئے ایک تنظیم یا جماعت کا ہونا ضروری ہے۔

یہ بات بھی بہت اہم ہے جس کی توضیح اساسی نظریات کے ضمن میں کردی گئی ہے کہ "ہمارے نزدیک دین کا اصل مخاطب فرد ہے۔ اسی کی اخلاقی اور روحانی تکمیل اور فلاح ونجات، دین کا اصل موضوع ہے اور پیش نظر اجتماعیت اصلاً اسی لیے مطلوب ہے کہ وہ فرد کو اِس کے اصل نصب العین یعنی رضائے الٰہی کے حصول میں مدد دے!--اس تصریح کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ ماضی میں مسلمانوں کو ان کی یہ ذمہ داری تو بالکل ٹھیک یاد کرائی گئی کہ جس دین کے وہ مدعی ہیں اسے دنیا میں عملاً قائم کرنے کی سعی وجہد بھی ان پر فرض ہے اور یہ کہ دین محض ذاتی عقائد اور کچھ مراسمِ عبودیت یعنی انسان اور رب کے مابین پرائیویٹ تعلق کا نام نہیں ہے بلکہ وہ انسان کی پوری انفرادی و اجتماعی زندگی کو اپنے احاطے میں لینا چاہتا ہے لیکن ان امور پر اس قدر زور دیا گیا کہ بندے اور رب کے مابین تعلق کی اہمیت اور افراد کی اپنی علمی، اخلاقی اور روحانی ترقی نظر انداز ہوتی چلی گئی۔ آئندہ جو کام پیش نظر ہے اُس کے اصول و مبادی میں یہ نکتہ بہت زیادہ قابل لحاظ رہے گا کہ ایک مسلمان کا اصل نصب العین صرف نجات اُخروی اور رضائے الٰہی کا حصول ہے اور اس کے لیے اسے اصل زور اپنی سیرت کے تطہیر وتزکیے اور اپنی شخصیت کی تعمیر و تکمیل پر دینا ہوگا جس سے تعلق مع اللہ اور محبت خدا اور رسول ﷺ میں اضافہ ہوتا رہے اور اس میں زیادہ سے زیادہ اخلاص پیدا ہوتا چلا جائے۔ دین کی تائید ونصرت اور شہادت و اقامت یقیناً فرائض دینی میں سے ہیں لیکن ان کے لیے کوئی ایسی اجتماعی جدوجہد ہرگز جائز نہیں ہے جو افراد کو ان کے اصل نصب العین سے غافل کر کے انہیں محض ایک دنیوی انقلاب کے کارکن بنا کے رکھ دے!-- چنانچہ پیش نظر اجتماعیت میں اولین زور افراد کی دینی و اخلاقی تربیت پر دیا جائے گا اور اس امر کا خصوصی اہتمام کیا جائے گا کہ---اس کے تمام شرکاء کے دینی جذبات کو جلا حاصل ہو، ان کے علم میں مسلسل اضافہ ہوتا رہے، ان کے عقائد کی تصحیح وتطہیر ہو، عبادات اور اتباع سنت سے ان کا شغف اور ذوق وشوق بڑھتا چلا جائے، عملی زندگی میں حلال وحرام کے بارے میں ان کی حس تیز تر اور ان کا عمل زیادہ سے زیادہ مبنی برتقویٰ ہوتا چلا جائے اور دین کی دعوت واشاعت اور اس کی نصرت واقامت کے لیے ان کا جذبہ ترقی کرتا چلا جائے۔" (تعارف تنظیم اسلامی: صفحہ 28-29)

انقلاب کا طریق کار

تنظیم اسلامی اسلامی انقلاب کے لیے انتخابات کے ذریعے عمومی اصلاح کے نظریے کو خام خیال پر مبنی قرار دیتی ہے۔ بہ حالات موجودہ اس امر کا سرے سے کوئی امکان نظر نہیں آتا کہ انتخابات کے ذریعے نظام کو تبدیل کردیا جائے۔ اسی طرح تنظیم اِس مقصد کے لیے محض دعوت کو بھی کافی خیال نہیں کرتی۔ وہ غلبہ دین حق کے لیے اُس مخصوص طریقہ کار پر عمل پیرا ہے' جو نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے ثابت ہے۔ انقلاب کا پہلا مرحلہ انقلابی نظریہ کی اشاعت ہے۔ ممکنہ حد تک اس اسلامی انقلابی نظریہ کو عام کرنے اور اس کے لئے سارے جائز ذرائع استعمال کر رہی ہے، تاکہ مسلمانوں کو اپنے فرائض کا احساس ہو اور وہ دین توحید کو خود بھی اختیار کریں اور اجتماعی نظام میں بھی اسے رائج کرسکیں۔

دوسرا مرحلہ جماعت سازی کا ہے۔ تنظیم اسلامی بیعت سمع وطاعت کی مضبوط، منصوص، مسنون اور ماثور اساس پر استوار کی گئی ہے۔

تیسرا مرحلہ تربیت کا ہے جو پورے کے پورے دین پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ پھر صبر محض کے مرحلے سے گزرنا تو اول دن ہی سے اس راہ کا لازمی حصہ ہے۔

ان مراحل سے گزر کر معتد بہ تعداد پر مشتمل ایک جماعت فراہم ہوگئی تو پھر اقدام کے مرحلے کا آغاز کیا جاسکے گا۔ اقدام کے مرحلے میں باطل نظام کو چیلنج کیا جائے گا۔ کسی ایک منکر (جو تمام دینی مکاتب فکر کے نزدیک منکر ہو، مثلاً سود، جوا، لاٹری، فحاشی وغیرہ) کے خلاف پُرامن، منظم مظاہروں، دھرنے اور گھیراؤ کے ذریعے اقدام کیا جائے گا کہ اب یہ کام (منکر) ہم نہیں ہونے دیں گے۔ اس کے نتیجے میں باطل نظام طاقت استعمال کرے گا تو اگر اس تمام تر تشدد اور طاقت کا استعمال وہ جماعت سہہ جائے اور کوئی جوابی کارروائی نہ کرے' لیکن اپنے مؤقف پر ڈٹی رہے تو اس کے تین نتائج نکل سکتے ہیں۔

پہلا ممکنہ نتیجہ یہ ہے حکومت ان مظاہروں کے نتیجہ میں پسپائی اختیار کرے، یعنی منکرات کو ختم کرنا شروع کردے' تو اور کیا چاہئے۔ ایک منکر کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے منکر کے خلاف مظاہرے جاری رہیں گے تا آنکہ پورے کا پورا نظام اسلام کے سانچے

میں ڈھل جائے۔

دوسرا ممکنہ نتیجہ یہ نکل سکتا ہے کہ حکومت وقت اسے اپنی بقا، اپنی انا اور اپنے مفادات کے تحفظ کا مسئلہ بنا لے اور طاقت کے استعمال سے اسلامی تحریک کو کچلنے کی کوشش کرے۔ حکومت وقت کسی ایسی تحریک کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کرتی جس کے کامیاب ہونے کے نتیجہ میں سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ استحصالی نظام ختم ہو جائے اور اسلام کا عادلانہ و منصفانہ نظام قائم ہو جائے۔ لہٰذا وہ ریاست کی پولیس اور فوج کو اس تحریک کو کچلنے کے لئے بے دریغ استعمال کرے گی۔ اگر تحریک کے کارکنوں نے صبر و استقامت کا ثبوت دیا تو پورے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ بالآخر پولیس اور فوج جواب دے دے گی کہ یہ مظاہرین ہمارے ہی ہم مذہب اور ہم وطن ہیں، ہمارے ہی اعزّہ و اقارب ہیں۔ یہ لوگ اپنی کسی ذاتی غرض کے لئے میدان میں نہیں آئے ہیں بلکہ اللہ کے دین کی سربلندی اور اس کے قیام کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے نکلے ہیں، تو آخر ہم کب تک ان کو اپنی گولیوں سے بھونتے چلے جائیں؟ نتیجہ یہ نکلے گا کہ حکومت کا تختہ الٹ جائے گا اور تحریک کامیابی سے ہم کنار ہو گی، جیسا کہ ایران میں ہوا کہ شہنشاہ ایران جیسے آمر کو بھی ایسی صورت حال میں حسرت و یاس کے عالم میں ملک چھوڑ کر فرار ہونا پڑا...... تو یہ دو ممکنہ صورتیں تو اسلامی انقلاب برپا ہو جانے کی ہیں۔

تیسرا نتیجہ یہ نکل سکتا ہے کہ حکومت وقت اس تحریک کو کچلنے میں کامیاب ہو جائے۔ اس صورت میں جن لوگوں نے اس راہ میں جانیں دی ہوں گی ان کی قربانیاں ہرگز ضائع نہیں ہوں گی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر عظیم اور فوز کبیر سے نوازے جائیں گے، اور اِس طرح اسلامی انقلاب برپا نہ ہونے کے باوجود وہ آخرت میں ناکام نہیں ہوں گے بلکہ آخرت کی حقیقی کامیابی اُن کے قدم چومے گی۔ ان شاء اللہ

تنظیمی ڈھانچہ

تنظیم اسلامی کا تنظیمی ڈھانچہ مرکزی نظام، حلقہ جاتی نظام، مقامی تنظیموں، اُسرہ جات اور منفرد رفقاء پر مشتمل ہے۔ خواتین کا علیحدہ نظم قائم ہے۔ اس میں بھی یہ تمام درجات موجود ہیں۔

تنظیم کا سب سے بنیادی یونٹ اُسرہ کہلاتا ہے۔ اُسرہ عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی خاندان ہیں۔ اس میں عام طور پر 3 تا 10 رفقاء ہوتے ہیں اور اس کا سربراہ نقیب کہلاتا ہے۔ کسی مقام پر دو یا زائد اُسرہ جات کی موجودگی میں بالعموم مقامی تنظیم قائم کر دی جاتی ہے۔ مقامی تنظیم کا سربراہ امیر مقامی تنظیم کہلاتا ہے۔

دعوت کی توسیع اور تنظیمی رابطوں کو آسان اور مستحکم بنانے کے لئے ملک کے مختلف حصوں میں حلقہ جات قائم ہیں، جو اپنے اپنے علاقوں میں اپنی سہولت اور حالات کے مطابق دعوتی اور تنظیمی سرگرمیاں انجام دیتے ہیں۔

مرکزی نظم میں امیر تنظیم کے بعد اہم ترین عہدہ ناظم اعلیٰ کا ہے۔ تنظیم کے موجودہ ناظم اعلیٰ جناب اظہر بختیار خلجی ہیں۔ تنظیم اسلامی میں نظم (نیچے سے اوپر کو) اس طرح سے ہے۔

نقیب اُسرہ ← امیر مقامی تنظیم ← امیر حلقہ ← نائب ناظم اعلیٰ ← ناظم اعلیٰ ← امیر تنظیم اسلامی۔

شعبہ جات

تنظیم کے تحت کئی شعبہ جات کام کر رہے ہیں۔ اُن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(i) شعبۂ مالیات: تنظیم اپنے مصارف کے لیے عام چندے کی اپیل نہیں کرتی بلکہ اپنے تنظیمی و دعوتی اخراجات کے لئے اپنے رفقاء و رفیقات ہی کے جذبہ انفاق پر انحصار کرتی ہے۔ تنظیم کے شرکاء بالعموم ہر ماہ تنظیم کے لئے انفاق کرتے ہیں، جس کی وصولی، خرچ اور آڈٹ کا باقاعدہ نظام تنظیم میں ہر سطح پر موجود ہے۔

(ii) شعبۂ دعوت: انقلابی دعوت کو عوام الناس تک پہنچانے کے لئے ہر ممکنہ جائز ذرائع استعمال کئے جاتے ہیں، جن میں اہم تر دروس قرآن کے حلقے ہیں، جو پورے ملک میں وسیع پیمانے پر قائم ہیں۔ اس کے علاوہ کارنر میٹنگز، جلسہ ہائے عام، تفہیم دین پروگراموں کے ذریعے دعوت کو عام کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔

(iii) شعبۂ تربیت: جو لوگ تنظیم اسلامی کی دعوت اور افکار و نظریات سے اتفاق کرتے ہوئے تنظیم میں شمولیت اختیار کرتے ہیں، تنظیم میں اُن کی تربیت کا مؤثر نظام قائم ہے۔ مرکز کے تحت ہفت روزہ تربیتی کورسز کا اہتمام کیا جاتا ہے جو مرکزی دفتر تنظیم اسلامی کے علاوہ ضرورت کے مطابق حلقہ جات کے دفاتر میں بھی منعقد کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ مقامی تنظیم اور اُسرہ جات کی سطح پر بھی تربیتی پروگرام منعقد کئے جاتے ہیں اور مقامی ذمہ دار حضرات انفرادی سطح پر بھی یہ کام سرانجام دیتے ہیں۔

(iv) شعبۂ نشر و اشاعت: دعوت کے فروغ کے لئے تنظیم مختلف مؤثر ذرائع استعمال کرتی ہے۔ اِس ضمن میں کتب، رسائل و جرائد اور آج کے دور میں بالخصوص آڈیو، ویڈیو کیسٹس اور CD's سے مدد لی جاتی ہے۔ کتب اور کیسٹس کی ایک طویل فہرست ہے۔ دروس قرآن، دورۂ ترجمہ قرآن اور دیگر موضوعات کے خطابات پر مشتمل CD's بھی مناسب تعداد میں موجود ہیں۔

ماہانہ ''میثاق'' اور ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' کو تنظیم کے ترجمان جرائد کی حیثیت حاصل ہے۔ تنظیم کی اپنی ویب سائیٹ www.tanzeem.org کے نام سے موجود ہے، جس پر بانیٔ تنظیم کے متعدد خطابات و دروس کے علاوہ امیر تنظیم کا تازہ خطاب جمعہ ہفت روزہ ندائے خلافت اور حالات حاضرہ سے متعلق خصوصی پروگرام ''خلافت فورم'' Upload کئے جاتے ہیں۔ خلافت فورم میں بالعموم امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب یا ناظم نشر و اشاعت مرزا ایوب بیگ صاحب مدعو ہوتے ہیں۔ ضرورت کے تحت بعض اوقات دوسرے اہل دانش کو بھی بلایا جاتا ہے۔

تنظیم میں شمولیت

تنظیم کے رکن کو ''رفیق'' کہا جاتا ہے۔ روئے ارضی کے کسی بھی مقام پر قیام پذیر ہر بالغ مسلمان (خواہ مرد ہو خواہ عورت) تنظیم کا رفیق بن سکتا ہے جو اصلاح نفس اور تعمیر سیرت کا خواہشمند ہو اور دین کی جانب سے عائد انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونا چاہے، تاکہ اُس کی ذات، گھر، معاشرہ اور ریاستی سطح پر اسلام کو غلبہ حاصل ہو۔ شرط یہ ہے کہ وہ تنظیم کے اساسی نظریات اور دینی تصورات سے فی الجملہ متفق ہو اور امیر تنظیم کے ہاتھ پر سمع و طاعت کی بیعت کرے۔

آیئے، ہمارا ساتھ دیجئے!

غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد کرنا کوئی اضافی نیکی نہیں بلکہ ہر مسلمان کا فرض منصبی ہے۔ تنظیم اسلامی اجتماعی طور پر اسی فرض کی ادائیگی کے لیے کوشاں ہے۔ آیئے اپنے اس فرض کی ادائیگی کے لیے تنظیم اسلامی کے دست و بازو بن جائیں اور اللہ کی زمین پر اللہ کا قانون نافذ کرنے کی کوشش کریں۔ تاکہ ہمارا اللہ ہم سے راضی ہو اور دنیا سے طاغوتی اور شیطانی نظام کا خاتمہ ہو اور سسکتی ہوئی انسانیت اسلام کے نظام عدل و قسط کے سائے میں امن و سکون کی زندگی بسر کر سکے۔

غلبۂ اسلام کی تحریک سے وابستہ

کارکنوں کے لیے مختصر اور جامع لائحہ عمل

ایک ممتاز عالم دین کی نگاہ میں

مرتب: علی رضا

جولائی 1984ء میں الجزائر میں ''فکر اسلامی'' کا اٹھارہواں اجتماع منعقد ہوا تھا۔ اس میں مرکزی موضوع ''الصحوۃ الاسلامیہ'' تھا۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے اس اجلاس میں اپنی تقریر میں احیائے اسلام کے سلسلے میں امیدوں اور خدشات کے ضمن میں جائزہ پیش کیا تھا۔ اس میں اس لہر بیداری اور احیائے دین کو متعینہ راہوں سے پھسلنے، اس کے وجود کو دراڑوں اور شگاف اور زوال وتنزل سے محفوظ رکھنے، نیز اسے مطلوبہ نتائج تک پہنچانے کے لیے انہوں نے کچھ رہنما اصول اجتماع کے سامنے رکھے تھے۔ یہ اصول اسلام کے فہم، دعوت، اس کے لیے سرگرم دوسرے لوگوں سے تعلقات، نصب العین سے بے خبر بیٹھے ہوئے ابنائے امت، اسلام کی تعلیمات واحکام سے نابلد لوگوں، اس کے عملی نفاذ سے خوفزدہ عناصر اور امت اسلامیہ سے باہر کے معاندین سے معاملہ کرنے میں مستقبل کے لیے مختصر خطوط اور حدود کا کام دے سکتے ہیں۔ ان کی روشنی میں ہم بتدریج آگے کی طرف سفر کر سکتے ہیں۔ درحقیقت یہ مختصر الفاظ میں وہ ورک پیپر یا لائحہ عمل ہے جس کے تحت احیائے دین کے عمل کو مکمل ہونا چاہیے۔ اوّلین سطح پر تحریک اسلامی اپنے اعمال اور رویوں کو اس کے سانچے میں ڈھالنا چاہیے۔

اُن نکات میں سے چیدہ چیدہ یہ ہیں:

1۔ اعمالِ ظاہر کے بعد اعمالِ قلوب کی طرف توجہ دی جائے۔

2۔ غلو اور تفریط کی روش چھوڑ کر اعتدال و وسطیت کو شیوہ بنایا جائے۔

3۔ تنگی اور تنفر کا احساس پیدا کرنے والے اقوال و افعال کے بجائے آسانی و خوشگواری کی فضا پیدا کی جائے۔

4۔ کلام وجدل کے رستے پر چلنے کی بجائے عملی مثالیں پیش کرنے کی کوشش کریں۔

5۔ جذباتی اور ہیجانی صورتِ حال سے نکل کر علمی اور طے شدہ حدود میں آگے بڑھا جائے۔

6۔ مخالفین کے لیے متعصب بن کر رہنے کے بجائے مہربان بنیں۔

7۔ ''کتنے؟'' والی سوچ سے نکل کر ''کیسے؟'' والی سوچ اختیار کریں۔ یعنی تربیت وتعمیر سے آراستہ ہونے والوں کی تعداد گننے کے بجائے ان کے مقام ودرجے کی فکر کریں۔

8۔ خود کو سوسائٹی سے بلند ترین سطح پر براجمان کر لینے کی بجائے معاشرے کے لوگوں کے ساتھ میل جول رکھا جائے۔ دوسروں کو قصوروار گردانے کی بجائے ایک طبیب کی سی خیر خواہی اور توجہ فراہم کریں۔

9۔ ضد اور نفرت کی آگ بھڑکانے والے اختلاف کے بجائے تنوع اور تعاون کی روح کا حامل اختلاف رواج پائے۔

10۔ معاملاتِ زندگی سے عدم التفات اور بے توجہی کی روش چھوڑ کر زندگی کے تمام معاملات کو عبادت کے رنگ میں رنگ دیں۔

11۔ وطنیت کے تنگ دائروں میں احیائے اسلام کی اس لہر کو مقید کرنے کی بجائے اسے عالمگیر حیثیت اختیار کرنے دیں۔

12۔ عُجب ذات اور خود پسندی کو ترک کر کے خود احتسابی کو شعار بنائیں۔ دوسرے لفظوں میں اپنی شخصیتوں کی دھاک بٹھانے کا نہ سوچیں، اس کی بجائے اپنا کڑا جائزہ لیتے رہیں اور اپنی خوبیوں کے ساتھ خامیوں سے بھی آگاہ رہیں۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، تعلیم میٹرک، عالمہ، عمر 23 سال کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0323-6466367

☆ لڑکا، عمر 26 سال، الیکٹرک انجینئر کے لیے ستر و حجاب کی پابند دیندار تعلیم یافتہ خوش شکل اور خوب سیرت لڑکی کا رشتہ درکار ہے (مڈل کلاس)۔
برائے رابطہ: 042-37033247

☆ ہمیں اپنی دو تعلیم یافتہ ستر و حجاب کی پابند بیٹیوں، عمریں بالترتیب 25 سال اور 23 سال کے لیے دینی مزاج کے حامل پڑھے لکھے برسرِ روزگار لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔ (لاہور گوجرانوالہ کے رہائشی قابل ترجیح ہوں گے)
برائے رابطہ: 0333-4550837

☆ لاہور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم (سرکاری ہسپتال میں ڈاکٹر)، عمر 40 سال کو عقد ثانی کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0332-8863904

اسلام کیا ہے؟
ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ ......اور
احسان سے کیا مراد ہے؟
ان سوالوں کی وضاحت پر مبنی
بانیٔ تنظیم اسلامی
ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
کے چار خطابات جمعہ پر مشتمل کتاب
''اسلام، ایمان اور احسان''
حدیثِ جبریلؑ کی روشنی میں
☆عمدہ طباعت ☆دیدہ زیب ٹائٹل ☆صفحات: 72 ☆قیمت: 50 روپے
مکتبہ خدام القرآن لاہور 36-K، ماڈل ٹاؤن لاہور۔
فون: 3-042-35869501 email: maktaba@tanzeem.org

اندازِ گفتگو اور بدگمانی کا زہر

شاہ وارث

بات کرنے کے دو انداز ہیں۔ ایک یہ کہ انسان جو بات کرے سوچ سمجھ کر کرے، تول کر بولے اور جس کے لیے اس کے پاس دلیل اور برہان ہو۔ اور دوسرا یہ ہے کہ بغیر سوچے سمجھے لولے، بے دلیل بات کرے، بے سروپا کہتا جائے اور بس جو دل میں آئے بول ڈالے۔ ہم سب کو روزمرہ زندگی میں ان دو طرز ہائے عمل کا تجربہ ہوتا ہے۔ بندۂ مومن تو کیا، ایک اچھے اور معقول انسان کو بھی یہ زیب نہیں دیتا ہے کہ جو بات بھی منہ میں آئے بن سوچے تولے کہہ دے، یا جو کچھ سنے آگے بیان کرے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ جو کچھ سنے (بلا تحقیق) آگے بیان کرے۔ ایک ہوش مند داعیٔ دین کے بارے میں تو سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ بن سوچے اور بلا تحقیق بات کہے گا۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اندر سے نہیں بدلا، کیونکہ جو کچھ اندر ہوتا ہے وہی منہ کے راستے باہر نکلتا ہے۔

گفتگو ہی سے انسان کی شخصیت کی پہچان ہوتی ہے۔ جس طرح درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، اسی طرح انسان کی پہچان اپنے کلام سے ہوتی ہے۔ کسی کا کیا خوب قول ہے کہ ”انسان اس وقت تک پوشیدہ رہتا ہے، جب وہ خاموش رہتا ہے لیکن جب وہ بولنا شروع کر دیتا ہے تو اس کا بھرم اور بھید کھل جاتا ہے“ ظاہر ہے کہ برتن سے وہی کچھ گرتا ہے جو کچھ اس کے اندر ہوتا ہے۔ کسی نے بھی دودھ کے برتن سے پٹرول گرتا ہوا نہیں دیکھا ہوگا اور نہ ہی کوئی شخص شراب کی بوتل سے شہد گرتے ہوئے دیکھنے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ آپ کیسے انسان ہیں، آپ کی تربیت کتنی ہوئی ہے، آپ کے ارادے کیا ہیں، آپ کی اقدار کیا ہیں، آپ کی آرزوئیں کیا ہیں، آپ کا علم کتنا ہے، آپ کا حلم کتنا ہے، ان سب کا پتہ آپ کی گفتگو سے چلے گا۔

اگر آپ سوچ سمجھ کر بات نہیں کرتے، دوسروں کے متعلق بلا تحقیق بولے جاتے ہیں، اس بات کی بھی کوئی پروا نہیں کرتے کہ آپ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ دوسروں پر کس قدر خوفناک اور منفی اثرات مرتب کریں گے، تو یہ سخت فکر کی بات ہے۔ اس لیے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ شیطان کے راستے پر چل رہے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کی پیروی سے سختی سے منع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ واضح طور پر فرماتا ہے کہ شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔

شیطان وسوسہ اندازی کرتا ہے۔ عام طور پر دوسرے کے بارے میں آپ کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے، کوئی بُرا خیال ڈال دیتا ہے۔ وسوسے کی پہچان یہ ہے کہ وہ بار بار اور پلٹ پلٹ کر آتا ہے۔ کسی کے ساتھ آپ کی تھوڑی سی بھی ان بن ہوئی تو آپ دیکھیں گے کہ شیطان آپ کو اُکسانا شروع کر دے گا۔ خاص طور پر جس سے آپ کے تعلقات اچھے نہ ہوں۔ مثلاً کسی سے آپ کو حسد ہو، کوئی بغض ہو، آپ کے مقابلہ اس کو زیادہ اہمیت دی جا رہی ہو تو پھر شیطان آپ کو اشتعال دلا کر بہکائے گا، کہ دیکھو اس نے یہ غلط کام کیا، اس کی یہ بات بہت غلط ہے، اس کا یہ طریقہ درست نہیں ہے، اس کے اندر یہ خامی ہے اور وہ خامی ہے، اس نے تمہارے بارے میں فلاں کو یہ کہا ہے اور وہ کہا ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ اُس سے مزید بدگمان ہو جائیں گے۔

بدگمانی کا معاملہ یہ ہے کہ وہ صرف گمان کی حد تک نہیں رہتی بلکہ انسان اس کے مطابق اگلا قدم اُٹھاتا ہے، سوچتا اور منصوبے بناتا ہے کہ کچھ کرنا چاہیے ورنہ بڑی خرابی ہو جائے گی اور یوں وہ شیطان کے پھندے اور بدگمانی کے بھنور میں پھنس کر وہ کچھ کر گزرتا ہے کہ الاَمان اور الحذر۔ پھر وہ اپنی بدگمانی کو دوسروں کے سامنے حقیقت بنا کر بیان کرنا شروع کر دیتا ہے۔ فون اور موبائل الرٹ ہو جاتے ہیں اور جس سے وہ بیان کرتا ہے وہ بھی اس خیال سے کہ یہ میرا ساتھی ہے، دوست ہے، میرا بزرگ ہے، میرا صدر اور امیر ہے، اب میں کیسے کہوں کہ آپ غلطی پر ہیں، خواہی نہ خواہی اس کی ہاں میں ہاں میں ملاتا ہے۔ پھر وہ بات جو کچھ بھی نہ تھی، کیا سے کیا ہو جاتی ہے اور آدمی کو ہوش بھی نہیں رہتا ہے کہ وہ کیا کر گزرا ہے۔ وہ بھول جاتا ہے کہ جو کچھ میں نے کر ڈالا وہ ٹھیک بھی ہے یا کہ نہیں، آخرت کی جواب دہی سے بے خوف ہو کر وہ شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے۔

دعائے مغفرت کی درخواست

تنظیم اسلامی گوجر خان کے ملتزم رفیق سخر حسین کا جواں سال بھتیجا حادثہ میں جاں بحق ہو گیا

ہارون آباد حلقہ پنجاب شرقی کے بزرگ رفیق چودھری ہمایوں اختر قضائے الٰہی سے وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللّٰھم اغفرلھما وارحمھما وادخلھما فی رحمتک وحاسبھما حسابًا یسیرًا

قارئین نوٹ فرمائیں!

ندائے خلافت کا زیرِ نظر شمارہ تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کی مناسبت سے خصوصی اشاعت کا درجہ رکھتا ہے۔ تعدادِ صفحات میں قابلِ ذکر اضافے کے سبب یہ پرچہ دو شماروں کا قائم مقام ہے۔ سالانہ اجتماع میں مصروفیات کے باعث ندائے خلافت کا آئندہ شمارہ کا ناغہ ہوگا۔ (ادارہ)

تنظیمی اطلاع

مقامی تنظیم جار باجوڑ میں غازی گل خان کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ مالاکنڈ کی جانب سے مقامی تنظیم جار باجوڑ میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 20 اکتوبر 2011ء میں مشورہ کے بعد جناب غازی گل خان کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

اللہ کی چال

عامرہ احسان

پاکستان کو بدترین تحکم اور فرعونیت آمیز لہجے میں مطالبات کی فہرست تھمائی گئی اس دھمکی کے ساتھ کہ عملدرآمد ہفتوں میں نہیں دنوں میں ہوگا! ایک آزاد خودمختار مملکت میں سات سمندر پار کر کے، افغانستان سے پٹ کر ہمارے سرخ قالینوں پر (جس کی سُرخی میں معصوم پاکستانیوں کے خون کی لالی شامل ہے) براجمان، دھمکانے اور دخل درمعقولات کرنے والے یہ کون ہیں؟ تو کون، میں خواہ مخواہ! والے محاورے کا یہ خواہی نخواہی وفد! کیا ہم واقعی ایٹمی قوت کے حامل ہیں؟ اس پر لوٹتے ہوئے یہ فرمان کہ 95 فیصد معاملات پر ہم آہنگی بٹور لی ہے۔ کیا قوم یہ جاننے کا حق نہیں رکھتی کہ امریکہ اور ہمارے درمیان کون سے معاملات پر 95 فی صد ہم آہنگی ممکن ہے؟ ہمارے مفادات کا اشتراک خون آشام امریکہ سے کیونکر ممکن ہے؟ یہ ضرور ہے کہ ہم نے دنوں میں نہیں گھنٹوں میں خیبر ایجنسی میں آپریشن کر کے ہزاروں لوگوں کو بے گھر کر دیا۔ اس پر بھی بی بی خواہ مخواہ راضی نہیں اور پاکستان کو دوشنبے سے سنگین نتائج کی دھمکی بھیج دی۔ ان دھمکیوں کو لگام کی ضرورت ہے۔ اب ان کے بھی دن گنے جا چکے ہیں (اسی لئے جلدی میں ہیں۔ 'کارروائی دنوں میں کرو' کے حکم!) دنیا اب امریکہ کے ہاتھ سے نکل رہی ہے۔ قہقہے روز بروز کھوکھلے ہوتے جا رہے ہیں۔ اس ایک فیصد کی حکمرانی کے دن لد چکے۔ دنیا بھر میں استحصال زدہ عوام ان چہروں کے نقاب الٹ کر پیروں تلے روند رہے ہیں۔ آٹھ مہینے کی جاں گسل کشمکش کے بعد لیبیا کے عوام سرخرو ہوئے ہیں۔ امریکیو، قذافی کی موت پر بغلیں نہ بجاؤ۔ خود اپنے گھر کی خبر لو، جہاں تعلیم، صحت، خوراک، گھر جیسی بنیادی ضروریات سے محروم امریکی تمہارے خلاف صف آرا ہیں۔ دس کھرب ڈالر 9 سال عراق پر، امریکی عوام کے خون پسینے کے لٹائے۔ 4400 امریکی تابوت (سرکاری اعداد و شمار۔ اصل اللہ جانے!) انہیں تحفے میں دیئے۔ خاندانی نظام تباہ ہونے کی بنا پر رونے پیٹنے والے تو ان مرنے والوں پر زیادہ نہ تھے تاہم اب جب معیشت پر اثرات نمایاں ہو رہے ہیں تو نانی ضرور یاد آ رہی ہے۔ افغان جنگ میں 500 ارب ڈالر تو صرف محکمہ دفاع کے اخراجات ہیں (سی آئی اے اور محکمہ خارجہ اس پر مزید ہے)۔ لیبیا پر بھی لگے ہاتھوں 2 ارب ڈالر جھونکے ہیں۔ قذافی کی موت پر اظہار اطمینان فرماتے ہوئے اوباما نے اسے مشرق وسطیٰ کے جابر حکمرانوں کے لیے وارننگ قرار دیا ہے! یہ اظہار اطمینان دراصل پس پردہ امریکی مفادات کا آئینہ دار ہے۔ یہ دو ارب ڈالر کی سرمایہ کاری جو کی گئی تو اس کے پیچھے لیبیا کا تیل بہہ رہا ہے۔ لیبیا پر فضائی حملوں میں قصداً آئل فیلڈز کو نشانہ بنایا گیا تاکہ تیل نکالنے کا ڈھانچہ تباہ ہو جائے۔ لیبیا مغربی ممالک کی سرمایہ کاری اور مدد کا محتاج رہے۔ جنگ کے بعد مغرب کا دست نگر رہے۔ عراق میں بعینہ یہی کھیل کھیلا گیا۔ پہلے تباہ کرو پھر تعمیر نو کے ٹھیکے حاصل کر کے جیبیں بھرو۔ انور مسعود نے بجا فرمایا تھا ؎

کس میں جرأت ہے کہ پوچھے ہم سے حملے کا جواز
بس مفاد اپنا ہمیں منظور ہے اس کھیل میں
کتنے پانی میں ہے کوئی یہ نہیں ہم دیکھتے
دیکھتے ہیں صرف یہ ہے کون کتنے تیل میں

سو اب تیلیوں کے مابین جھگڑا ہونے کو ہے۔ فرانس، اٹلی، برطانیہ اور امریکہ جو قذافی کو اتار پھینکنے میں پیش پیش تھے اب مفادات کے کھیل میں لنگر لنگوٹ کس رہے ہیں، اس اکھاڑے میں اترنے کو۔ پاکستان سے دوگنے رقبے اور پنڈی شہر کے برابر آبادی والا لیبیا، جسے ظلم و جبر کے پنجوں سے عوام نے خون دے کر آزاد کروایا ہے 42 سالہ دورِ ستم! ایجنسیوں کے مظالم، ماورائے عدالت اغوا کاریاں، قید و بند، قتل و غارت گری۔ 200 ارب ڈالر کے اثاثے قذافی نے لوٹے۔ یہ تیل کے چشمے پوری مسلم دنیا کا اثاثہ ہیں، خواہ وہ کسی بھی مسلمان ملک میں ہوں۔ گورے نے اُمت مسلمہ کو اپنے قلم کی جنبش سے تقسیم در تقسیم کیا تھا لکیریں کھینچ کر۔ ورنہ اُمت مسلمہ جسدِ واحد، اس کے اثاثے مشترک، ان تیل کے وسائل میں دنیا بھر میں پھیلے مسلمانوں کے فرد فرد کا حصہ ہے۔ میرا آپ کا حصہ ہے جس پر قذافی، صدام حسین جیسے جابروں کو مسلط کر کے گورا غٹ غٹ تیل پیتا رہا ہے۔ اس سے مفلوک الحال مسلمان فیض یاب نہ ہو سکے۔ اب انسانی حقوق کی آڑ میں گورے دھونس، دھمکی کی زبان استعمال کر رہے ہیں۔ نگاہ تیل پر مرکوز ہے۔ عبوری کونسل کے صدر مصطفیٰ عبدالجلیل نے مستقبل کے حوالے سے اسلام کا تذکرہ کیا۔ قانون سازی کا ماخذ شریعت ہوگی اور جو قوانین اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں انہیں ختم کرنے کی بات کی۔ اسلامی بینکاری کے آغاز اور سود کی بندش کا اعلان کیا۔ عوام کو خوشی کے اظہار کے لئے ہوائی فائرنگ کی بجائے تکبیر بلند کرنے کی تلقین کی۔ تقریر کے اختتام پر ایک طرف ہو کر سجدہ ریز ہو کر شکرانہ ادا کیا۔ اس پورے عمل سے امریکہ یورپ گھبرا اُٹھے۔ شریعت کے تذکرے اور اسلام کا حوالہ پاتے ہی 'انسانی حقوق' کا سب کو دورہ پڑ گیا۔ امریکہ، برطانیہ، فرانس، اقوام متحدہ سب ہی نے حقوق انسانی کا باب کھول لیا اور واویلا شروع ہو گیا۔ عورتوں کے حقوق کے غم میں نیندیں حرام ہونے لگ گئیں، حجاب نوچنے والے فرانس کی، توہین قرآن و رسالت کے گھناؤنے جرم کے مرتکب، گوانتانامو بے اور ابوغریب میں اور ڈاکٹر عافیہ کے ضمن میں انسانی حقوق اور تہذیب کے پرخچے اڑانے والے نیٹو ممالک اور امریکہ کی! چہرہ روشن اندرون چنگیز سے تاریک تر!

عدل و انصاف، حقوق انسانی کی بے لاگ رکھوالی، قانون کی پاسداری، تم دو چہروں والے ہمیں کیا بتاؤ گے۔ آؤ ہمارے سنہری اوراق کا صرف ایک منظر تاریخ سے دیکھ لو اور شرم سے ڈوب مرو! عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور حکومت ہے۔ 99ھ قتیبہ بن مسلم نے سمرقند فتح کیا۔ سمرقند کے پادری نے قتیبہ کے خلاف شکایتی خط لکھ کر دمشق امیر المومنین کو اپنے ایک پیغامبر کے ہاتھ روانہ کی

کہ لشکرکشی اسلامی اصولوں سے انحراف کر کے کی گئی۔ پیغامبر دمشق پہنچا۔ وہاں ایک شاندار عمارت دیکھی اسے بادشاہ کا محل سمجھ کر داخل ہوا تو لوگ رکوع وسجود میں مصروف تھے۔ فارغ ہوئے تو مسلمانوں کے بادشاہ کے محل کا راستہ پوچھا۔ بتائے ہوئے مقام پر پہنچا تو ایک شخص سیڑھی پر چڑھا چھت کی لپائی کر رہا تھا۔ اُلٹے پاوں لوٹ گیا کہ میں نے تم سے ٹوٹی چھت والے مفلوک الحال شخص بارے تو دریافت نہ کیا تھا۔ صحیح پتہ دو۔ لوٹا دیا گیا۔ چارو ناچار اُسی گھر کے دروازے پر دستک دی۔ وہی حاکم کا گھر تھا، وہی مفلوک الحال شخص برآمد ہوا! اسے خط دیا۔

خط پڑھ کر لپائی کرنے والے نے خط پلٹا کر اس کے پیچھے سمرقند میں تعینات عامل کے نام دوسطری حکم لکھا کہ فوراً قاضی مقرر کرو جو پادری کی شکایت سنے۔ مہر لگا کر واپس لوٹا دیا۔ پیغامبر منہ لٹکائے بےیقینی کے عالم میں پادری کے پاس لوٹا۔ پادری سر پیٹ کر رہ گیا کہ یہ کاغذ کا ٹکڑا ہمارا کیا سنوارے گا۔ بہرکیف حاکم سمرقند کو خط پیش ہوا۔ خط پڑھتے ہی حاکم نے قاضی 'جمیع' نامی شخص کو مقرر کیا۔ قتیبہ بن مسلم انتقال کر چکے تھے۔ ان کی جگہ نائب پیش ہوا۔ قاضی کے روبرو پادری کے ساتھ بیٹھ گیا۔ قاضی کے سامنے پادری نے دعویٰ پیش کیا کہ بغیر پیشگی اطلاع، اسلام کی دعوت دیئے بغیر، جزیے کا آپشن دیئے بغیر حملہ کر دیا اور قبضہ کر لیا۔ سپہ سالار کے نائب نے صفائی پیش کی کہ گردوپیش کے کمتر علاقوں نے نہ اسلام قبول کیا نہ جزیے پر راضی ہوئے۔ سمرقند تو زورآور شاداب علاقہ تھا لہٰذا یہی سمجھا گیا کہ یہ جنگ کو ترجیح دیں گے۔ قاضی نے دوٹوک پوچھا صرف یہ بتاؤ کہ کیا انہیں اسلام کی دعوت، جزیے کا اختیار دیا گیا تھا؟ جواب نفی میں تھا۔ قاضی نے دوسطری فیصلہ سنا دیا ''اللہ نے دین کو فتح وعظمت، عدل وانصاف کی وجہ سے دی ہے دھوکہ دہی، موقع پرستی سے نہیں۔ تمام مسلمان فوجی، ان کے عہدیدار مع بیوی بچے، ہر قسم کی املاک چھوڑ کر سمرقند سے نکل جائیں۔'' یہ کہہ کر قاضی صاحب نے بھی عدالت برخواست کی اور سمرقند سے چل دیئے۔ مختصرترین وقت میں مختصرترین، موثر ترین فیصلہ اور سورج ڈوبتے تک سمرقند مسلمانوں سے خالی ہو چکا تھا۔ اہل سمرقند چند گھنٹے بھی یہ جدائی برداشت نہ کر پائے یہ سیرت وکردار! لہٰذا پادری کی قیادت میں لاالہ کا اقرار کرتے سمرقندیوں کا وفد پیچھے لپکا اور مسلمانوں کو واپس لے آیا۔ یہ ہے ہماری تاریخ، یہ ہے ہماری شریعت اور عدالت۔

افغانستان میں یہی شریعت حکمران تھی تو اسی طرح سادہ ترین پیرائے میں عوام الناس کے حقوق کی پاسداری ہو رہی تھی جس میں ابلیسی مغربی نظام کی موت مضمر تھی لہٰذا اسے مسل ڈالا گیا۔ اُس کے آگے دنیا بھر کے یہ دھوکہ باز، لٹیرے، فراڈی، ظالم وجابر ایک فی صد کافر ومنافق اپنے لاؤلشکر لئے لوٹ مار کے اتحادی بنے۔ یہی اتحادی دنیا بھر کے 99 فیصد لوگوں کو پیس رہے ہیں۔ واللہ شریعت پیاسے، استحصال زدہ انسانوں کے سارے غموں اور دکھوں کا مداوا ہے۔ دنیائے کفر میں دھڑا دھڑ مسلمان ہوتے ہوؤں سے ان کی سٹی گم ہے، قبولِ اسلام میں کپڑوں سے بہ جبر عاری رکھے جانے والی سسکتی محروم مغربی عورت سرفہرست ہے۔ اس نظام جبر کو برباد ہونا چاہیے! اس نظام جبر کو برباد ہونا چاہے۔ جمہوریت اور انسانی حقوق کی آڑ میں یہ ڈرامے طویل دورانئے کے، اب ختم ہونے کو ہیں۔ ﴿وَمَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾﴾ (آل عمران) (اور انہوں نے چال چلی اور اللہ نے بھی چال چلی اور بہترین چال چلنے والا تو اللہ ہی ہے!) افغانستان کے بعد اللہ کی چال قدم بہ قدم حیران ہو ہو کر دیکھی جا رہی ہے۔ فعال لما یرید! کرتا ہے جو کچھ بھی وہ چاہتا ہے!

(بشکریہ روزنامہ ''نوائے وقت'')

ان شاء اللّٰہ العزیز

تنظیم اسلامی کا سالانہ

کُل پاکستان اجتماع

18 19 20 نومبر 2011 (بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار)

بمقام مرکزی اجتماع گاہ تنظیم اسلامی، بہاولپور

منعقد ہو رہا ہے۔

اس اجتماع میں تمام مبتدی وملتزم رفقاء مع احباب شریک ہو سکیں گے۔

تفصیلات کے لیے مقامی نظم سے رجوع کیجئے!

المعلن: ناظم اعلیٰ، تنظیم اسلامی، لاہور فون نمبر: 042-36316638 36366638

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

حلقہ کراچی جنوبی کے زیر اہتمام سہ ماہی تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کا سہ ماہی تربیتی پروگرام 16 اکتوبر 2011ء کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں منعقد ہوا۔ اس پروگرام میں رفقائے تنظیم اسلامی کے مطلوبہ اوصاف پر بیانات ہوئے۔ پروگرام کا دورانیہ صبح 8.30 بجے سے اذانِ عصر تک تھا۔

پروگرام کا آغاز، سورۃ البقرہ آیات 249 تا 251، سورۃ آلِ عمران:152، اور سورۃ النور:62 تا 63 کی روشنی میں نظم جماعت کی اہمیت کے بیان سے ہوا۔ سید راشد حسین شاہ نے احکاماتِ الٰہی کی روشنی میں اور منتخب احادیث کے حوالوں سے اس موضوع کو بہت عمدگی سے بیان کیا اور نظم جماعت کی ضرورت، اہمیت و افادیت کو اجاگر کرتے ہوئے حاضرین پر واضح کیا کہ یہ نظم کسی بھی تحریک میں کلیدی کردار کا حامل ہوتا ہے۔

بعد ازاں رفقائے تنظیم کے مطلوبہ دس اوصاف میں سے ابتدائی پانچ اوصاف کا مطالعہ منفرد انداز میں کرایا گیا۔ اس دوران رفقاء کو تفصیلاً یاد دہانی کروائی گئی کہ اپنے ایمان میں پختگی اور اپنے کردار و عمل کا جائزہ لیتے ہوئے اپنی اصلاح کے لیے کوشاں رہیں۔ جملہ فرائض و واجبات کی ادائیگی اور حرام و مکروہ تحریمی افعال سے بچنے کے علاوہ اپنے دینی علم میں اضافے کی مسلسل کوشش کریں۔ اسی طرح ہم اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں تبدیلی لا سکتے ہیں۔ اس پروگرام کی پیشکش اس وجہ سے منفرد رہی کہ مندرجہ بالا اوصاف کو تین پہلوؤں سے مختلف مدرسین نے اپنے اپنے انداز میں رفقاء کے سامنے واضح کیا۔

i۔ حافظ انجینئر نوید احمد نے قرآن حکیم سے دلائل دیتے ہوئے ہر مسلمان خصوصاً رفقائے تنظیم اسلامی کا مندرجہ بالا اوصاف سے متصف ہونا لازمی قرار دیا اور کہا کہ ان صفات کا حامل ہونے سے ہمارا شمار اللہ کے پسندیدہ بندوں میں ہوسکتا ہے۔ اور یہ یقیناً دنیا و آخرت میں ہمارے لیے ایک اعزاز ہے۔

ii۔ ڈاکٹر محمد الیاس نے مندرجہ بالا پانچ اوصاف کو سیرت النبیؐ کی روشنی میں واضح کیا۔ انہوں نے نبی پاک ﷺ کی حیاتِ اقدس سے منتخب واقعات بیان کیے۔ یقیناً حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ایمان و اخلاق کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے اور آپؐ نے اپنے طرزِ عمل سے ہمارے لیے کردار کے معیار مقرر کر دیے ہیں۔ اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اُس کے محمد رسول ﷺ کی اطاعت کریں کہ یہ اطاعت اللہ ہی کی اطاعت شمار ہوگی۔

iii۔ بزرگ رفیق تنظیم جناب عبدالرزاق کوڈواوی نے اپنے مخصوص انداز میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی سے چیدہ چیدہ واقعات بیان کرتے ہوئے اس طرف توجہ دلائی کہ ہمیں ان نفوسِ صالحہ کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کرتے ہوئے وہ جذبہ کشید کرنا چاہیے جس سے سرشار ہو کر انہوں نے خود کو زیرِ بیان اوصاف کا حامل بنایا اور پورے جذبے سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی۔

اس کے بعد اسی موضوع پر ایک مذاکرے کا اہتمام کیا گیا، تاکہ تمام باتیں رفقاء کے دل و دماغ میں راسخ ہو جائیں۔ اس مذاکرے کو ثاقب رفیع شیخ، فیصل منظور، ابرار حسین، محمد عابد خان، سید راشد حسین شاہ، محمد ہاشم، شاہد رحمان صدیقی، عدیل جعفری، انوار علی، حافظ وقار احمد، اعجاز لطیف اور لیفٹیننٹ سرفراز نے کنڈکٹ کیا۔

چائے اور باہمی ملاقات کے لیے مخصوص 30 منٹ کے وقفے کے بعد رفقائے تنظیم اسلامی کے لیے مقرر کردہ دس مطلوبہ اوصاف میں سے آخری پانچ اوصاف کا مطالعہ ترتیب اول کے مطابق ہی کروایا گیا۔ ان مطلوبہ اوصاف میں داعی الی اللہ بننے کی کوشش، تنظیمی فکر کی تازگی و پختگی کے لیے تنظیمی لٹریچر اور اکابرین کے دروس سے استفادے کے ساتھ ساتھ نظم جماعت کی پابندی و تنظیمی اجتماعات میں شرکت، رفقاء کا باہمی اختلافات خصوصاً نظم بالا کے حوالے سے کسی بدگمانی سے بچنا، عملاً تحریک سے جڑے رہنے کے لیے روزانہ کی بنیاد پر تنظیمی سرگرمیوں کے لیے وقت کی تخصیص اور اپنے دل میں اللہ کی محبت کو بڑھانے اور مال کی محبت کو کم کرنے کے لیے ہر ماہ اپنی آمدنی کا کچھ حصہ پابندی کے ساتھ تنظیم کے بیت المال میں جمع کروانا شامل ہیں۔

i۔ صدر انجمن خدام القرآن سندھ کراچی جناب اعجاز لطیف نے مخصوص کردہ موضوع پر قرآن کے ذریعے دلائل دیتے ہوئے رفقاء پر واضح کیا کہ یہ بالکل نہ سمجھا جائے کہ تنظیم اسلامی نے اپنے لیے الگ سے کوئی اصول و ضوابط طے کر لیے ہیں۔ یہ تو وہ اوصاف ہیں جو اللہ اپنے پسندیدہ بندوں میں دیکھنا چاہتا ہے۔ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو ہر وابستگی سے مقدم رکھتے ہیں اور اسی میں اپنے لیے خیر سمجھتے ہیں۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ اپنے تمام معاملات میں ان زریں اصولوں پر حتی الامکان عمل کرنے کی کوشش کریں۔

ii۔ انجینئر نعمان اختر نے رفقائے تنظیم کے مطلوبہ دس اوصاف میں سے آخری پانچ اوصاف پر سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ یہ تمام صفات نبی اکرم ﷺ کے طریق کار اور طرزِ عمل سے اخذ کی گئی ہیں۔ بنا بریں انہیں اپنے اندر سمونا ضروری ہے۔ تاکہ ہم رسول اللہ ﷺ سے قربت کا رشتہ استوار کر سکیں، جو ہمارے لیے سب سے بڑی سعادت کی بات ہے۔

iii۔ ثاقب رفیع شیخ نے اپنے مخصوص دھیمے مگر پراثر انداز میں صحابہ کرامؓ کی زندگیوں سے، جاری موضوع سے مطابقت رکھتے ہوئے واقعات سے دلائل دیے۔ انہوں نے مثالوں کے ذریعے حاضرین پر واضح کیا کہ صحابہ کرامؓ کس طرح اطاعتِ رسولؐ کو اپنا مقصدِ زندگی بنائے رکھتے تھے اور اپنی انا، ذاتی مفاد یا عارضی دنیاوی فائدے کو کبھی مقدم نہیں سمجھتے تھے۔

بعد ازاں اسی موضوع پر مذاکرے کا اہتمام کیا گیا، تاکہ رفقاء ان اوصاف کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ مذاکرے کے شرکاء میں محمد ہاشم، شاہد رحمٰن صدیقی، عدیل جعفری، انوار علی اور حافظ وقار شامل تھے۔

نمازِ ظہر، کھانے اور آرام کے وقفے کے بعد جناب اعجاز لطیف نے ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں نیک اعمال کی فضیلت اور فلسفہ قربانی کے موضوع پر بات کی۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی کے واقعات کو ایک ترتیب اور اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہوئے واضح کیا کہ ہماری نماز، قربانی اور جینا مرنا سب اللہ کی رضا کی خاطر ہونا چاہیے۔ ہمارا ہر عمل خلوص سے پُر اور ریا و دکھاوے کی ہر صورت سے پاک ہو۔

آخر میں امیر حلقہ حافظ انجینئر نوید احمد نے موجودہ ملکی و بین الاقوامی حالات کے تناظر میں ملک کے مستقبل پر بات کی اور رفقاء پر زور دیا کہ حالات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ تنظیمی نقطۂ نظر سے بروقت آگاہ رہنے کے لیے تنظیمی جرائد کا مطالعہ اپنے اوپر لازم کر لیں اور تنظیمی پروگراموں، خصوصاً اسرہ میٹنگ میں شرکت کو یقینی بنائیں۔ انہوں نے رفقاء کو توبہ کی پکار کے حوالے سے مہم میں بھرپور شرکت کی دعوت دی۔ عصر کے وقت امیر حلقہ کی جانب سے دعا پر اس پروگرام کا اختتام ہوا۔ (رپورٹ: محمد یوسف صدیقی)

تنظیم اسلامی کورنگی (شرقی) کے زیر اہتمام توبہ کی پکار مہم

امت مسلمہ بالخصوص مسلمانانِ پاکستان آج نازک دور سے گزر رہے ہیں۔ ہماری دین سے بے وفائی اور شریعت سے انحراف کی وجہ سے اللہ کے عذاب کے مختلف کوڑے ہم پر یکے بعد دیگرے برس رہے ہیں۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ موجودہ زبوں حالی سے نجات

کے لیے بحیثیت مجموعی ہماری دینی رہنمائی کی طرف کوئی توجہ نہیں، بلکہ مادہ پرستانہ انداز سے ان مسائل کی توجیہات پیش کی جارہی اور حل بتائے جارہے ہیں۔ میڈیا پر جو بحث ومباحث اور تبصرے ہورہے ہیں وہ خالص مادہ پرستانہ سوچ کے زیر اثر ہیں۔ حالانکہ یہ طرز فکر مصائب اور عذابوں میں اضافہ ہی کرے گی، نجات کی راہ سجھائی نہیں دے گی۔ اصل ضرورت جس بات کی ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے دین سے جو انحراف کا شیوہ اپنا رکھا ہے، اس کو ترک کر کے اللہ کی جانب رجوع کریں۔ اِسی بنا پر تنظیم اسلامی نے 21 اکتوبر کو ملک بھر میں ''توبہ کی پکار'' کے عنوان سے توبہ مہم چلائی۔ اس مہم کی کے حوالے سے تنظیم اسلامی کورنگی شرقی نے جو پروگرام کیے اُن کی رپورٹ درج ذیل ہے:

☆ امیر مقامی تنظیم انجینئر نعمان اختر نے رفقاء کو مہم سے ایک دن پہلے (یعنی 20 اکتوبر کو) بعد نماز عشاء جمع کیا اور اُن کے سامنے توبہ کی پکار مہم کا پس منظر اور اس کی اہمیت واضح کی اور مہم کے حوالے سے ضروری ہدایات دیں۔

☆ 21 اکتوبر کو رفقاء نے مختلف مساجد میں ہینڈ بلز تقسیم کیے اور اس کے بعد تمام رفقاء دارالعلوم کورنگی کے مین گیٹ پر جمع ہوئے۔ کچھ ساتھیوں نے حلقہ سے موصول شدہ پلے کارڈ اٹھائے ہوئے تھے اور کچھ ہینڈ بلز تقسیم کررہے تھے۔ امیر حلقہ حافظ نوید احمد نے میگا فون کے ذریعے 15 منٹ کی کارنر میٹنگ سے پُر اثر خطاب کیا، جسے تقریباً 100 افراد نے سماعت کیا۔

☆ اُسی روز شام چار بجے رفقاء قرآن اکیڈمی کورنگی میں جمع ہوئے اور نماز عصر اللہ والی مسجد کورنگی 1/2 3 نمبر میں ادا کی۔ نماز عصر کے بعد راقم نے کارنر میٹنگ بھی کی۔ رفقاء نے مسجد کے باہر پلے کارڈز Display کیے اور چند رفقاء لوگوں میں ہینڈ بلز تقسیم کرتے رہے۔ کارنر میٹنگ کے بعد تمام رفقاء ریلی کی صورت میں کورنگی 1/2 3 کی مارکیٹ سے کورنگی نمبر 6 تک پہنچے۔ اس دوران مقامی امیر نعمان اختر مائیک کے ذریعے توبہ کی پکار کے حوالے سے لوگوں کو انذار کراتے رہے اور ساتھ ساتھ رفقاء کو یہ ہدایات دیتے رہے کہ اللہ کے ذکر سے اپنی زبان کو تر رکھیں، استغفار کرتے رہیں اور غیر سنجیدہ افعال سے اجتناب کریں۔ رفقاء نے مغرب کی نماز مکہ مسجد کورنگی نمبر 6 میں ادا کی۔ بعد ازاں نعمان اختر نے مسجد کے مین گیٹ پر کارنر میٹنگ کی اور مختصراً ''پاکستان کے موجودہ مسائل، اُن کے اصل اسباب اور حل'' پر گفتگو کی۔ کارنر میٹنگ میں تقریباً 60 احباب نے شرکت کی۔ اس پروگرام میں 20 رفقاء نے حصہ لیا اور نعمان اختر کی دعا پر ریلی کا اختتام ہوا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہماری ان کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہمارے لئے توشۂ آخرت بنائے۔ (آمین) (رپورٹ: سراج احمد)

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا نہایت فکر انگیز خطاب

قرآن اور اَمنِ عالم

امن وامان کی موجودہ عالمی صورت حال اور اہل مغرب کے اسلام اور مسلمانوں پر دہشت گردی کے الزامات کے تناظر میں اس کتابچے کو بڑے پیمانے پر عام کرنے کی ضرورت ہے۔

صفحات: 16، قیمت 12 روپے، فی سینکڑہ 600 روپے (علاوہ ڈاک خرچ)

مکتبہ خدام القرآن لاهور 36۔ کے ماڈل ٹاؤن، لاہور

فون: 3-042-35869501، ای میل: maktaba@tanzeem.org

کیا آپ جاننا چاهتے هیں که

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط وکتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس

(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)

(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبه خط و کتابت کورسز

قرآن اکیڈمی، 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-35869501

E-mail: distancelearning@tanzeem.org

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی مایۂ ناز تالیف

خلافت کی حقیقت

اور عصر حاضر میں اس کا نظام

کا چھٹا ایڈیشن منظر عام پر آ گیا ہے

☆ نئی کمپوزنگ ☆ نیا دیدہ زیب ٹائٹل ☆ عمدہ طباعت

صفحات: 212، اشاعت خاص (مجلد) 200 روپے، اشاعت عام 100 روپے

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع میں مکتبہ خدام القرآن لاہور کے سٹال پر ہماری تمام مطبوعات 50 فیصد رعایت پر حاصل کیجیے!

مکتبہ خدام القرآن لاهور

36۔ کے ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون: 3-042-35869501

ای میل: maktaba@tanzeem.org

aspect perfectly well, and accomplished all of his diverse range of duties remarkably. Whether it be his family life, his political life, his social sphere or his spiritual life, Muhammad ﷺ did it all to perfection. So then, dispensing so many tasks altogether, fulfilling so many of his duties that his position demanded, did the Prophet ﷺ multitask?

Here are some insights from his life that give us some clarity in this regard. For one, the Prophet ﷺ was a beloved husband, and spent quality time with his wives and children. To his friends, he was a mentor and a loveable companion. As a military strategist and soldier, a jurist and lawmaker, a head of state, leader and statesman, a teacher and guide, the Prophet ﷺ was the paragon par excellence. Ayesha ؓ narrates, "The Messenger of Allah talked to us and we talked to him. However, he was as if he had not recognized us when it was time for prayer, and he turned to Allah with his all existence." This shows that the Prophet ﷺ would give his best to each task, one at a time. While at home, he would be fully involved in domestic affairs, spending time with the people of his household, listening to them, talking to them and attending to their needs. And when it was time for other duties --- for instance, the duty of prayer to his Lord --- he would shut out everything else and turn towards his Lord with heart and soul, with complete submission and thorough involvement. This perhaps is why he derived from it an intense pleasure that eludes us today, and could feel that Salat was for him "the coolness of the eyes". This is also why he managed family matters exceedingly well, and all his wives loved his noble companionship thoroughly.

It is also interesting to note the Prophet ﷺ's manners of conversing with others. It is said he would speak little, but with gravity, precision, balance and wisdom. More than that, he was an intent listener and would listen to others patiently with complete attention till they had finished. In fact, when spoken to, he would turn himself with full involvement and interest towards the speaker, making him feel thoroughly understood and given importance. It worked wonders in gluing together a closely-knit and firmly bonded community of companions, disciples, associates, lovers and devotees who later became integral to the spread of the Islamic mission.

In matters of the state or of military planning, the Prophet ﷺ applied himself fully and achieved astounding results. The fact that the Prophet ﷺ is universally acknowledged by all as perhaps the most successful figure in human history, must make us analyze his approach and methods with some seriousness. The way of the Prophet ﷺ was clearly, what may be called "uni-tasking", taking one thing at a time, performing it to the best of his ability till its conclusion without interruption, distraction or interference. It is only when one allows oneself to be possessed by a single idea and executes it to its successful end does one become an achiever with a deep sense of satisfaction. This deep contentment for having attained your target after successfully finishing a task you devoted yourself wholly to is an unparalleled feeling that is the privilege of the Sunnah-abiding Muslim to relish. Muslims are essentially uni-taskers!

"توبہ کی عظمت اور تاثیر

اور

موجودہ حالات میں کرنے کا اصل کام"

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو خطابات

یکجا کتابی صورت میں

صفحات:76، اشاعت خاص:60روپے، اشاعت عام 30 روپے

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع میں مکتبہ خدام القرآن لاہور کے سٹال پر
ہماری تمام مطبوعات 50 فیصد رعایت پر حاصل کیجیے!

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36-کے ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون:3-042-35869501، ای میل:maktaba@tanzeem.org

Maryam Sakeenah

MULTITASKING AND THE SUNNAH

You have to be a multitasker, or you're old fashioned. It is just so normal nowadays to have a conversation while smsing a friend, listen to a song while typing an email, update your facebook status while looking up a reference on Google, watch the television while at the dinner table with family. This just goes to show the magnitude of the transformation the technological revolution has brought about in our social and even personal lives. Multitasking is the Way of Life. While the modern lifestyle almost dictates multitasking, is it really an efficient way to get things done and get them done well? Much has been written about it, and concerns voiced about multitasking taking its toll on human relationships, work efficiency and quality, time management, mental concentration and human behaviour. What in the old-fashioned eighties would be considered rude manners, disrespect, attention deficit or disinterest is now the way to go about things. In a comedy show, Jerry Seinfeld explains his reasons for not possessing a Blackberry Smartphone: "Blackberry people... their pupils do not focus. They're not really there. They hold the Blackberry in their hands all the time, because this is what it commands them to do. And they listen to what you are saying and compare it to what is on the Blackberry, and which one is really more interesting..."

It is interesting to note that the term multitasking is derived from computer multitasking. It is a basic computer function. But while machines are built to multitask, can we apply it to human lives as well? The modern way of life demands just that, but it is common observation that it leads to attention deficit, poor time management and poor efficiency. Psychological studies have disclosed that people show severe interference when even very simple tasks are performed at the same time, if both tasks require selecting and producing action. Many suggest that the human brain can only perform one task at a time. ("Is Multitasking a Myth?" BBC News, August 20, 2010) Psychiatrist Richard Hallowell has gone so far as to describe multitasking as a "mythical activity in which people believe they can perform two or more tasks simultaneously". (Hallowell, Richard. Crazy Busy:

Overstretched, Overbooked, and About to Snap! Strategies for Handling Your Fast-Paced Life.) Researchers examined how multitasking affects academic success and found that students who engaged in more multitasking reported more problems with their academic work. (Junco, R. & Cotten, "Perceived Academic Effects of Instant Messaging Use").

Inability to manage time is a frequent complaint one gets to hear so often. We are by far busier today than ever before, we have more things to do today than ever before, our lives are faster and our tasks speedier than ever before, but we get to accomplish little, if not nothing. Multitasking achieves little. With our uninsightful and rather thoughtless embrace of technology, the *barakah* has quite fled from our lives as we race against time and breathlessly chase deadlines, doing nothing to the heart's content. We remain perpetual underachievers, perpetually dissatisfied.

As Muslims, the inspiration and guidance always comes from the life of the Prophet ﷺ. While we all know that, the Prophet ﷺ possessed a multi-dimensional personality and lived out many roles that inspire all sorts of people, what must be highlighted and reflected upon is how he did justice to each of these roles, lived each

MULTICAL-1000

Calcium+Vitamin C & B12 + Folic Acid Sachet

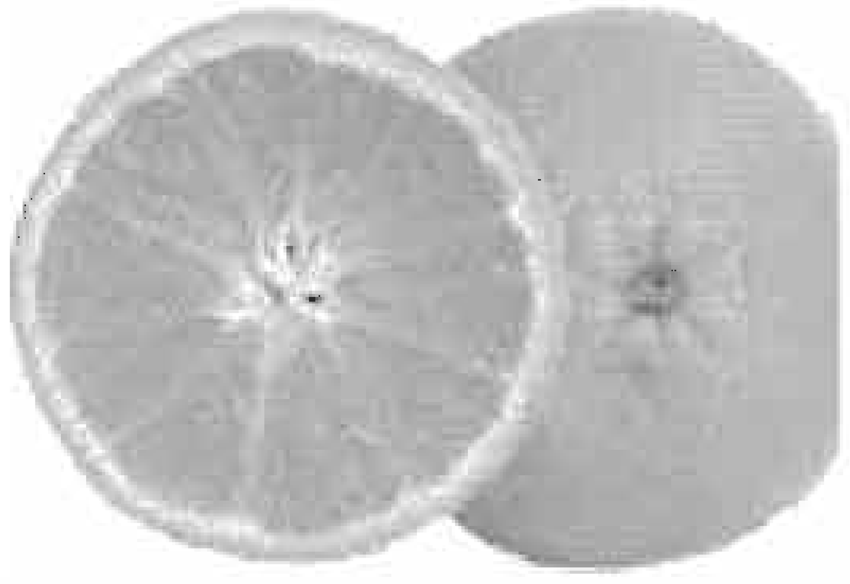

Feel Energetic and Strong

Healthy BONES Active You

MULTICAL-1000 2 in 1

MULTICAL-1000
Also suitable for diabetic patients

Calcium

Calcium helps children and adults grow strong bones

Tasty & Tangy

Vitamin C

It supports immune function, & thus prevents fatigue caused by infections

Sweetened with Aspartame

Composition

Each sachet contains

Calcium lactate gluconate	1000 mg
Calcium carbonate	327 mg
Vitamin C	500 mg
Folic Acid	1 mg
Vitamin B 12	250 µg

PHARMA

Full peescribing information is available on request

NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD

5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi-Pakistan
Email: info@nabiqasim.com website: www.nabiqasim.com UAN 111-742-762

your Health our Devotion